اسلامی تربیت کے عملی طریقے

ایران کے مدارس امین کی تیار کردہ دستاویز

ترجمہ:

سید جہانزیب عابدی

کتابخانۂ القائم (عج)- کراچی

فہرست مطالب

مقدمہ:

قرآن کریم اور اہل بیتؑ کی روایات میں تربیت کا موضوع نہایت خصوصیت کا حامل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے اہم ترین اہداف میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کی تربیت کی جائے تاکہ وہ صالح بن سکیں۔ انبیاءؑ کے بعد ان کے اہداف کو آگے بڑھانے والے یعنی ائمہ معصومینؑ اور دیگر اولیائے الٰہی نے بھی انسان کی اصلاح کی کوششیں کیں تاکہ ان کو خلقت کے اہداف سے نزدیک کرسکیں۔ جب ہم تاریخ میں مختلف نظاموں پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ انسانوں کی تربیت کیلئے اہم ترین پروگرام بنائے گئے اور اس کیلئے مختلف طرح کی روشیں اپنائی گئی ہیں اور اسلامی جمہوریہ میں ان کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے۔ جو چیز مسلم ہے وہ یہ کہ تعلیم و تربیت کا درخت جس سے میٹھے اور رس دار پھلوں کی نعمت نصیب ہوتی ہے ضروری ہے کہ اس کی جڑیں بھی مضبوط اور طاقت ور ہوں۔ وہ جڑیں جیسے کہ:

پہلا: بنیادیں اور اصول، دینی منابع پر استوار ہوں؛

دوسرا: دقیق اور منظم منصوبہ بندی رکھتی ہو یعنی کہ طے شدہ اصول ہوں کہ کہاں سے شروع کرنا ہے اور کہاں ختم کرنا ہے؛

تیسرا: نظام کو جاری کرنے والے لائق، شائستہ، پُرجوش اور دردمندی سے بھرپور ہوں۔

جیسے کہ وزارت تعلیم کا شعبہ ملک کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سے وابستہ ہے اور ان کا کام علم کی تخلیق، استعدادوں کو نکھارنا اور پرورش کی جگہوں کو مستعد اور بھرپور انرجی سے ملک کے مستقبل کو سرشار کرنا ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ وزارت تعلیم کے اثرات آج معاشرے پر مختلف شعبہ جات میں جیسے اخلاق، کردار، گفتار، عمل اور آپسی رابطوں میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مقام معظم رہبری کرمان صوبے کے ثقافت سازوں اور اساتذہ سے فرماتے ہیں: اگر ہم چاہتے ہیں کہ ایسی نسل وجود میں آئے کہ جو خوداعتمادی، معاشرتی نظم و ضبط رکھتی ہو، ذمہ دار ہو اور بڑے بڑے کاموں کیلئے موجود ہو، ایک ایسی نسل جو جدت پسند ہو، مہربان ہو اور معاشرے میں انتقامی جذبات سے دور ہو، فداکار ہو اور محنت و مشقت کرنے والی ہو تو اس کا سب سے بڑا ذریعہ وسیلہ وزارت تعلیم ہے۔

جیسے کہ رہبر نے وزارت تعلیم کو معاشرے کا بنیادی ادارہ قرار دیا ہے اور اسی لئے وزارت تعلیم کی طرف رہبر کی اس توجہ اور اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنے کی بنیاد پر ہی اس دستاویز کو تیار کیا گیا ہے۔ اس دستاویز میں چھ نکات کو تربیت کیلئے اشارہ کے طور پر تیار کیا گیا ہے اور وزارت تعلیم کیلئے لازم کیا گیا ہے کہ اپنی تعلیمی اور تربیتی منصوبہ بندی میں اس کو مدنظر رکھیں۔ وہ چھ نکات یہ ہیں:

1۔ اعتقادی　2۔ اخلاقی　3۔ اقتصادی　4۔ علمی　5۔ ہنری　6۔ صحت و سلامتی

اس مورد میں کہ وزارت تعلیم کا ادارہ اپنے بھرپور اثرات دکھائے، ضروری ہے کہ حوزہ علمیہ ان کی مدد کرے اور بنیادی معاونت فراہم کرے۔

دستاویز کا ہدف: طالب علموں کو مومن، پرہیزگار، متعہد، عقل مند و دانا، فائدہ مند اور انقلابی بنانا۔

تربیتی پروگرام کی جامع پالیسیاں: ضروری ہے کہ مطلوبہ تربیتی اہداف کے حصول کیلئے جامع پالیسی پر مبنی مندرجہ ذیل نکات پر توجہ کی جائے:

1۔ تعلیم و تربیت میں قرآن واہلبیتؑ کی محوریت؛

2۔ تمام ابعاد پر توجہ، امام خمینی کی راہنمائیاں اور وصیتیں اور مقام معظم رہبری کے آموزشی، ترویجی اور تبلیغی منصوبہ بندیوں پر توجہ؛

3۔ قرآنی آیت **ویُزَکّیھِم وَیُعَلِّمُھُم الکِتابَ والحِکمَۃ** کے مطابق تزکیہ و تربیت کو تعلیم پر فوقیت؛

4۔ نظام ولایت و رہبری کی تمام منصوبہ بندیوں کو تقویت اور استحکام دینا؛

5۔ دینی اور اخلاقی فضائل کو راسخ کرنے کیلئے اہتمام کرنا؛

6۔ تربیت کو اصل مقصد قرار دیتے ہوئے آموزشی اور غیر ضروری تعلیمی بوجھ کو اسکول میں کم کرنا؛

7۔ مستقل پن، مشق، تکرار و تنوع کی تربیت اور اس کی روشوں پر توجہ؛

8۔ تمام منصوبہ بندیوں میں اعتدال اور میانہ روی کرنا؛

9۔ تربیت میں فردی اور جنسی تفاوت کا اہتمام کرنا؛

10۔ دینی مفاہیم منتقل کرتے ہوئے مختلف علمی مدارج پر توجہ رکھنا؛

11۔ علاقوں اور صوبوں کی ضرورتوں پر توجہ؛

12۔ طالب علموں کی نسبت سے بگاڑ کے عوامل جیسے میڈیا، گروپس یا دوست وغیرہ سے دفاع کے لئے تیاری؛

13۔ جذب و تربیت کے طریقوں کیلئے تیاری؛

14۔ انسان کی دینی اور صالح تربیت کی بنیاد پر اساتذہ اور وزارت تعلیم کے ادارے کی معاشرتی اہمیت؛

15۔ اساتذہ اور والدین کی شراکت سے طالب علموں میں دینی تعلیم وتربیت کا فروغ۔

مبادیات تربیت:

ہر علم میں فرضیہ تخلیق کیے جاتے ہیں کہ یہ یا تو بدیہی ہے یا دوسرے علوم کا اثبات کرتا ہے ان فرضیوں کو مبادیات کہتے ہیں۔

تعلیم وتربیت دوسرے علوم کی طرح مشخص اور معین مبادیات کا حامل ہے۔ اسلامی تعلیم وتربیت کے مبادیات کی ہم اس طرح تعریف کرسکتے ہیں: ایسے نکات جو یا تو خود واضح ہیں یا دوسرے علم سے مستعار ہیں جس میں مقاصد کے تعین کے لیے، اسلامی تعلیم وتربیت کے طریقے، رکاوٹیں، مراحل اور عوامل دیکھے جاتے ہیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ مبادیات وہ نکات ہیں جو اسلامی تعلیم وتربیت پر منطقی برتری رکھتے ہیں، ثابت کرتے ہیں اور اسلامی تعلیم وتربیت کے مسائل کے تجزیہ میں بشمول اہداف، اصول، مراحل، عوامل، رکاوٹیں اور طریقوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

مبادیات مختلف طرح کے ہوتے ہیں جیسے کہ:

1۔ مبادیاتِ ہستی شناسی:

کائنات کے وجود کے بارے میں کلی مباحث کی طرف اشارہ کرنا۔ جیسے کہ: مادّی اور غیر مادّی موجودات کی تقسیم، موجودات کے درمیان تاثیر اور تاثر، علّتی اور معلولی ضرورت، موجودات کے مراتب، مادّی دنیا میں تدریج کا ہونا، مادّی دنیا میں تضاد وغیرہ۔

2۔ مبادیاتِ معرفت شناسی:

وہ مبادیات جو شناخت کے مسائل سے مربوط بحث کرتے ہیں۔ جیسے کہ: یقینی شناخت پیدا ہونے کا امکان، مطلق شناخت پیدا ہونے کا امکان، ذہن سے باہر دنیا کی شناخت کا امکان، غیر محسوس امور کی شناخت کا امکان، شناخت کی منتقلی کا امکان، علم حصولی کی واقعیت کے ساتھ مطابقت، علم حضوری کا غلطی قبول نہ کرنا وغیرہ۔

3۔ الٰہیاتی مبادیات

ایسی معلومات ہیں جو اہم ترین اعتقادات سے مربوط ہیں ہم اسلامی تعلیم وتربیت میں استفادہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ: خدا تعالیٰ کا کامل مطلق وجود، توحید، قضا و قدر الٰہی، نظام ہستی کی وحدت، وحدت کی انتہا اور ہستی کا ہدف، نظام احسن وغیرہ۔

4۔شناخت انسان کے مبادیات

انسان پر بالخصوص آموزش وتربیت کا بہت اثر ہوتا ہے اور ہماری انسان کے حوالے سے شناخت خواہ کتنی ہی عمیق اور دقیق کیوں نہ ہو، اس کیلئے منصوبہ بندی اور بہت زیادہ مہارت کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے تعلیم وتربیت کے حوالے سے اسلامی فلسفے میں انسان کی شناخت پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔ انسان کی شناخت کے اساسی مباحث میں سے ہیں کہ: انسان کے روح و جسم کی ترکیب، روح کا ماڈی اور غیر ماڈی ہونا، روح کی اصلیت، روح کی لافانیت، روح وبدن کا تدریجی تغیر، روح وبدن کی ایک دوسرے پر تاثیر، انسان کا بااختیار ہونا، انسان کی خدائی فطرت، انسان کا مقصد، انسان کا حب نفس وغیرہ۔

5۔شناخت فضیلت کے مبادیات

فضیلت کی تعریف، فضائل کی قسمیں، فضائل کے مراتب، فضائل کا سچا یا جھوٹا ہونا، فضائل کا منشاء، فضائل کے معیارات کا تعین اور اندازہ گیری، فضائل کا ثبات یا تغیر، فضائل کا مطلق ہونا یا نسبی ہونا اور اس طرح کی ابحاث شامل ہیں۔

تربیت کے عمل پر حاکم اصول: اسکولوں میں ، تعلیمی مقاصد کے حصول میں تربیت کا عمل موجود ہے جو کہ مربیوں (اساتذہ) کی طرف سے متربی (طلباء) کیلئے بغیر کسی رکاوٹ کے جاری ہے۔ تمام مربیوں کے منصوبوں، ان کے افعال وگفتار تربیتی آثار سے مملو ہیں۔ لہذا مربی حضرات اپنے ذاتی سلیقہ پر عمل نہیں کرسکتے کیونکہ اس صورت میں تربیت مناسب اور مطلوب رُخ پر نہیں ہوسکے گی۔ ضروری ہے کہ مربی حضرات تعلیم وتربیت کے عمل میں ان اصولوں کی پاسداری کریں جو بنائے گئے ہیں۔
دینی تعلیم وتربیت کے نظام میں جو کہ معارف الٰہی کی بنیاد پر تشکیل دیا گیا ہے، مسلم علمی ودینی اصول رکھتا ہے تاکہ ان سے تربیتی امور میں فائدہ اٹھایا جائے۔ اس طرح اچھی تربیت کے ادارے چلائے جاسکتے ہیں۔

اصول تربیت کے قواعد تجویزی اور حکمیہ ہیں کہ کس طرح تربیت (معیارات اور راہنمائی) سے نتائج حاصل کیے جاسکیں تاکہ ہر ایک اپنی تربیتی ذمہ داریوں کو بعینہ انجام دے سکے۔ ان اصولوں میں سے مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

1۔اسلامی معیاری نظام سے مطابقت

جیسا کہ دین کا آئین حیات طیبہ اور معیاری نظام کو تمام امورِ زندگی پر حاکم ہونا چاہیے اسی طرح تربیت کے امور میں یہ اہم ترین بنیادیں موجود ہونی چاہییں۔ ایسے معیاری نظام کا فریم ورک کہ جو اسلامی ودینی فضائل یعنی قرآن وسنت پر استوار ہو۔

2۔اعتقادی،عبادی اور اخلاقی تربیت کو اولویت

انسانی زندگی کے تمام امور کو اسلامی معیار سے مطابقت دینے کیلئے معاشرے کے افراد اس کے انتخاب کی ضرورت و اہمیت کو جانتے ہوئے آزادانہ انتخاب کریں۔یعنی یہ جانتے ہوئے کہ معاشرے کو اعتقادی،عبادی اور اخلاقی امور میں تربیت اولویت رکھتی ہے۔

3۔خدا سے ارتباط رکھنا اور خدا کی تدابیر پر بھروسہ رکھنا

اسلامی دیدگاہ کے مطابق خداوند متعال انسان کا واحد حقیقی مربی تسلیم کیا جاتا ہے اور اسی کے ارادے، اذن و عنایات و تدابیر و اقدامات سے دوسرے لوگ بھی انسان کی ہدایت اور تبدیلی کا سبب بنتے ہیں، لہذا تمام مربیوں کو تربیت کے تمام تربیتی اقسام اور مراحل میں توحیدی نظر اور توحیدی فکر پر عمل کرنا چاہیے اور شروع سے آخر تک تمام عملِ تربیت میں خود کو اس مشکل کام میں تنہا نہیں سمجھنا چاہیے۔

4۔تدریجی اور ترتیبی عمل

انسانی وجود تدریجی عمل سے تکامل پاتا ہے۔ہر فرد اپنی ذاتی توانائی اور ظرفیت کی مطابقت سے یہ تکامل و رشد کی طرف جاتا ہے۔اسی لئے تمام انسانوں کی اپنی ذاتی صلاحیت کی بنیاد پر کوئی بھی دوسرے جیسا نہیں اور سب کا رتبہ اور مرتبہ ایک جیسا نہیں۔بلکہ مختلف درجات کے حامل ہیں اور ہر فرد تدریجاً اپنی استطاعت و کوشش سے اس میں کمال پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔

5۔عقل ورزی

تربیت کے عمل میں ایک طرف اس اصول یعنی عقل کا استعمال جو کہ پالیسی سازی میں، منصوبہ بندیوں میں، تشخیص میں، ارادے اور اقدامات میں، تحقیقی نتائج اور مرتبط مسائل میں اہمیت دیں اور اجتماعی عقل و دانش جیسے کہ مشورہ کرنا(جو کہ اسلامی اصول ہے)، پر توجہ دیں اور تربیت کے عمل میں فکری عمل کو اہمیت دیں اور خرد ورزی اور انتقادی انداز کو اپنانے کیلئے مستقل بنیادوں پر اہتمام کریں۔

6۔اعتدال

حیات طیبہ سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ تمام تربیتی منصوبہ بندیوں اور تمام پروگرامز میں توازن اور اعتدال پایا جاتا ہو۔اہداف کے تعین اور پالیسی سازی میں یعنی منصوبہ بندی سے لے کر، عملی اقدامات، اصلاحات وغیرہ میں بھی اعتدال پایا جاتا ہو، یک طرفہ اور افراط و تفریط اور حدود و معیارات سے بے توجہی سے پرہیز ضروری ہے۔

7۔ مربیوں کی سند اور ان کا اختیار

تربیت کے عمل میں مربیوں کیلئے ضروری ہے کہ فردی اور اجتماعی شائستگی کے حامل ہوں اور ان کی یہ جو ذمہ داری ہے کہ متربیان کی ہدایت کریں اہم ترین کام ہے۔ مربیان ایسی تدابیر اور اقدامات کریں کہ جو متربیان کی تربیت کیلئے زمینہ ساز ہوں۔

8۔ متربیان کی آزادی کو برقرار رکھنا اور فروغ دینا

انسان کا دوسری موجودات کے مقابلے میں یہ امتیاز اور خصوصیت ہے کہ اس کے پاس آزادی اور عمل کیلئے ارادے کی صفت ہے۔ اس امر کو تربیت میں بھی اہمیت حاصل ہے اور اس کو انسانی ارتقاء کے مراحل میں بھی معیار قرار دینا چاہیے۔ اسلامی نظام میں بھی ضروری ہے کہ معقول انداز میں یہ معیارات میں شامل ہوں کہ آزادی ارادہ و عمل مختلف شعبہ جات میں موجود ہو جیسے کہ عقیدہ، رائے دینا، مخالف بات سننا اور عمل کرنا وغیرہ۔ اسی طرح آزادی کو سلب کرنا یعنی رشد و پیشرفت میں رکاوٹوں اور محدودیتوں کو دور کرنا اور ایسے امکانات پیدا کرنا جو متربیوں کے آزاد عمل، قوت انتخاب و اختیار اور پیشرفت میں ضروری ہو آزاد و کھلی فضا پیدا کرنا۔

9۔ وقار اور عزت نفس کی برقراری و فروغ

تربیت کے مراحل میں تمام مرتبط افراد کے وقار کی حفاظت اور فروغ لازم ہے۔ اسی وجہ سے ضروری ہے کہ تمام تربیتی فعالیتوں کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ تمام مرتبط افراد کی ذاتی کرامت و وقار کی تربیت کے ذریعے حفاظت کی جائے، بلکہ ضروری ہے کہ تمام وہ افراد جو احساس فضیلت اور عزت نفس کے حامل ہیں دوسروں کیلئے بھی اس کے زمینہ ساز بنیں اور اس کو فروغ دیں۔

10۔ تربیت میں عدل و انصاف

عدالت تربیتی کا خیال رکھنا معاشرتی اور گروہی امور میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن عدالت تربیتی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام متربیان برابر و یکساں ہیں اور ان کی مختلف خصوصیات کو مد نظر نہ رکھا جائے بلکہ عدالت تربیتی کا مطلب یہ ہے کہ مربیوں اور متربیان کی مشترک و متفاوت خصوصیات پر توجہ رکھی جائے اور ان کی محنت و کوشش اور اس کے نتائج نظر میں رہیں۔

11۔ اتحاد و انسجام

تربیتی مراحل میں ضروری ہے کہ تربیت کے تمام ابعاد میں مشارکت ہو تمام شعبوں میں دیانت داری (سالمیت) جامع انداز میں موجود ہو۔ ان عناصر سے پرہیز کریں جو اختلاف اور جدائی پیدا کرتے ہوں۔

12۔ عمل لچک کے ساتھ

تربیتی مراحل میں ضروری ہے کہ ثابت اور مسلم امور کے ساتھ متغیر امور میں بھی مسائل کا بھرپور انداز میں سامنا کیا جائے۔ تربیتی اصولوں کی برقراری کے ضمن میں تمام پالیسیاں، منصوبہ بندیاں، طور طریقے، تربیتی عوامل؛ تربیت کے مراحل میں موقع کی مناسبت سے مربیوں اور متربیوں کے مزاجوں میں لچک رکھنا ضروری ہے۔

13۔ ہر ایک سے تعامل

معاشرہ کی سالمیت اور پیشرفت اور متربیان کے کمال کیلئے ضروری ہے کہ ہمیشہ ہمہ جانبہ تعامل موجود ہو، تاکہ وہ افراد جو مربی اور متربی کے عنوان رکھتے ہیں وہ اپنے تربیت کے اہداف تک پہنچ سکیں۔

14۔ ہم آہنگی اور مشارکت

تربیتی مراحل میں تمام گروہی عوامل اور ارکان بہت موثر ہوتے ہیں اور حیات طیبہ کی تربیت میں اساسی ترین وسیلہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی ذمہ داریاں تقسیم وتعین کرنے کے بعد ضروری ہے کہ سب آپس میں تعامل، مشارکت اور تعاون رکھیں۔

15۔ جواب دہی اور نظارت

ضروری ہے کہ تمام تربیتی امور سے منسلک اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے جواب دہ ہوں اور تربیتی اقدامات سے متعلق احکامات کو قبول کریں اور اس ذمہ داری کے نبھانے کے حوالے سے جواب دہ رہیں۔

16۔ تربیتی مواد کی اولویت

حیات طیبہ کے وقوع ہونے میں تربیت کا خاص مقام ہے اور سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں تربیتی مواد، تربیتی عوامل اور منصوبہ بندیوں کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ مراحل تربیت اور ارکان تربیت، مواد تربیت کو پیش آنے والے مسائل کی صورت میں سنجیدگی کے ساتھ بروئے کار لایا جائے۔

17۔ اسلامی ثقافت وتمدن پر توجہ

تربیت ایک معاشرتی عمل ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ معاشرے میں رائج ثقافت کے ساتھ انجام دیا جائے اس طرح سے تربیتی کام آسان ہوجاتا ہے اور ثقافت کی زبان میں منتقل کرکے فائدہ رہتا ہے۔ لہذا اسلامی ثقافت وتمدن سے بعض تربیتی مراحل میں فائدہ

اٹھاتے ہوئے زمینہ تیار کرنا فائدہ مند ہوتا ہے نیز علاقائی ثقافت کو دوسری ثقافتوں کے ساتھ ملا جُلا کر اہم ترین وسائل اور پالیسیز پر عمل کرنا متربیان کیلئے فائدہ مند ہوگا۔

18۔ مستقبل پر نظر

تربیت میں ماضی پر توجہ کرنا فرد، معاشرے اور اس وقت کی حالت دراصل مستقبل کو بنانے اور سنوارنے کیلئے ہوتا ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ مربی حضرات مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے متربیوں سے اسطرح پیش آئیں اور تربیت کریں اور مستقبل کیلے تیار کریں کہ جس طرح ماضی کے افراد چیلنجز سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔

تربیت میں موثر عوامل: تربیت ایک پیچیدہ عمل ہے اور چونکہ یہ ایک معلول ہے لہذا اس میں اہداف تک پہنچنے کیلئے جو مثبت یا منفی نکات ہوتے ہیں ضروری ہے اس پر توجہ دی جائے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تربیت کے جو مجریان ہیں وہ ان عوامل سے شناسائی پیدا کریں جو تعلیم وتربیت کے اہداف تک پہنچنے میں کارآمد ہوں نیز ایسے دوسرے عوامل وعلتوں کی بھی تلاش کریں جس سے تعلیم وتربیت کے عمل میں فائدہ اٹھایا جاسکے۔

جیسا کہ عالم ماڈی میں ضدیت موجود ہے جو کہ ممکن ہے بعض تربیتی عوامل میں رکاوٹ پیدا کریں۔ اس لئے ایسے تمام عوامل وامور جو تربیت میں ضد ورکاوٹ بن رہیں ہوں ان کو برطرف کرنا ضروری ہے۔

اسی لئے تعلیم وتربیت کے ہدف تک پہنچنے کیلئے عوامل وموانع کا تعین اور ان کو درست سمت رکھنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کچھ لوگوں نے تربیت کی تعریف یہ کی ہے کہ موانع اور رکاوٹوں کو دور کرنا ہی تربیت ہے۔

تربیت اسلامی کے بعض عوامل پر کچھ دوسری آراء: عوامل تربیت کا ان امور پر اطلاق ہوتا ہے جو مستقیم یا غیر مستقیم طور پر مختلف زاویوں سے مگر ایک خاص سمت میں قصداً یا بغیر قصد کے بتدریج تربیت اسلامی کے اہداف تک پہنچنے کیلئے ضروری ہوں۔

تربیت اسلامی کی رکاوٹوں سے مراد ہے کہ جو تربیت کے اہداف تک پہنچنے میں منفی تاثیر کے حامل ہوں۔ ساتھ ساتھ تربیتی فعالیتوں میں سے کچھ اور عوامل بھی ہیں جو تربیت ساز ہیں یا پھر رکاوٹ ہیں۔ مربیوں اور متعلقہ ماہرین کیلئے ضروری ہے کہ ان کی طرف توجہ رکھیں تاکہ اہداف تک پہنچنے میں زیادہ کامیابی حاصل کرسکیں۔

اس تعریف کی روشنی میں ضروری ہے کہ معلم و مربی حضرات، دوست، معاشرتی رول ماڈلز، گھر کا ماحول، تعلیمی و تربیتی ادارے خواہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، مطبوعات، اقتصادی و سیاسی ادارے، درسی کتب، تعلیمی ماحول، تعلیمی وسائل، اندرونی و بیرونی استعدادیں اور قابلیتیں، خدا کا ذکر اور اس کی اہمیت کا ادراک وغیرہ سب اسلامی تربیت کے عوامل میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح کند ذہنی، کمزور حافظہ، کمزور ارادہ، خود پسندی، غرور، بھٹکا ہوا ذہن، دنیا پرستی، گمراہ افراد یا ادارے و شیطانی وسوسے، خدا سے غفلت اور قیامت فراموشی وغیرہ تربیت اسلامی کی رکاوٹوں میں شمار ہوتے ہیں۔

تربیتی پروگرام کے اجراء کے لئے ضروری ہدایات

لازم ہے کہ مبلغین جو کہ تربیت کے اجراء میں بنیادی رکن ہیں تربیتی اصولوں اور قواعد کی پابندی کریں:

الف) انتظامی اور اجرائی

1۔ تدبیر، خلاقیت، پرجوش، موجد اور منصوبوں کے اجراء میں پشت پناہ ہو؛

2۔ ادارے کی موجودہ حالت اور ضرورتوں کی تشخیص کرے؛

3۔ منتظمین ادارے کے ساتھ ابلاغی دستور العمل اور آئین و قوانین میں تعامل، ہم آہنگی و تعاون کریں؛

4۔ ادارے کی تمام فعالیتیوں کے اثرات سے آگاہ رہنا؛

5۔ تمام فعالیتیوں میں تربیتی اصولوں و منصوبے کے محور پر رہنا؛

6۔ طلبہ کی گروہی اور اجتماعی فعالیت کیلئے تنظیم سازی کرنا؛

7۔ منصوبے اور اصول سے ہٹ کر بھی ایسے مواقعوں سے فائدہ اٹھانا جس سے منصوبے کے اہداف حاصل ہو جائیں؛

8۔ امور ثقافت و تربیتی میں معلموں، اسکول کا فریم ورک، طلبہ و والدین کے درمیان مشارکت پیدا کرنا؛

9۔ گروہی منصوبہ بندیوں میں جیسے کہ کیمپنگ، علوم و معارف پر مبنی گروپس کی تشکیل اور مشہور افراد کے ساتھ نشستوں وغیرہ پر توجہ دینا؛

10۔ ثقافتی، تربیتی اور تعلیمی اور تبلیغی مقامات جو تربیت میں تاثیر کے حامل ہیں ان امکانات اور ظرفیتوں سے فائدہ اٹھانا؛

11۔ اسکول، گھر اور مسجد کے درمیان رابطہ پیدا کرنا؛

12۔ انقلابی و مذہبی مناسبتوں کے علاوہ بھی اہم تاریخوں کا کیلنڈر تشکیل دے کر فائدہ اٹھانا؛

13۔ منظم منصوبہ بندی کے ذریعے موجودہ منصوبوں کا اجراء کرنا؛

14۔ ثقافتی اور تربیتی فعالیتوں اور منصوبہ بندیوں کیلئے موثر نظارت رکھنا۔

ب) اخلاقی و تربیتی

1۔ طلبہ میں دینی تربیت کیلئے خدا پر توکل اور اہلبیتؑ سے توسل؛

2۔ تہذیب نفس و تقویٰ الٰہی کی رعایت کرنا؛

3۔ خندہ پیشانی اور حُسن خلق رکھنا؛

4۔ سعہ صدر (بلند ہمتی) رکھنا؛

5۔ منظم اور مرتب رہنا؛

6۔ قول و عمل میں ہم آہنگی؛

7۔ حُسن ظن رکھنا اور دوسروں سے بدگمانی سے پرہیز؛

8۔ طلبہ کے اندر مربی کے رول ماڈل کے اثرات کی طرف توجہ؛

9۔ متربیان کا ہدایت کی اہمیت پر توجہ رکھنا؛

ج) عملی مہارت

1۔ قربت و محبت کے ذریعے مؤثر ارتباط پیدا کرنا؛

2۔ مفاہیم دینی منتقل کرنے میں خلاقیت اور مطالب میں تنوع رکھنا؛

3۔ تبلیغی روشوں اور منصوبہ بندیوں میں لچک رکھنا؛

4۔ مفاہیم دینی کے منتقل کرنے اور تربیتی فعالیتوں میں مہارتوں سے فائدہ اٹھانا؛

5۔ سائبر ماحول کے مواقعوں سے فائدہ اٹھانا؛

6۔ طلبہ کے شبہات اور سوالوں کے جوابات دینا؛

7۔ کلاس لینا، تقریر کرنا، کیمپنگ کروانا؛

8۔ کامیاب مبلغوں اور مربیوں کے تجربات اور علم سے فائدہ اٹھانا؛

9۔ کاؤنسلنگ اور راہنمائی کیلئے توانائی اہلیت رکھنا؛

10۔ تعلیمی اور تربیتی تمام امور میں تفکر کو ابھارنا۔

د) علم ودانش

1۔ عقائد، تفسیر، احکام، اخلاق وغیرہ جیسے علوم سے آشنائی؛

2۔ شبہات شناسی، نفسیات، سماجی علوم، انسانی علوم، سوفٹ جنگ (جنگِ نرم)، دشمن شناسی، ابلاغیات شناسی (سائبر، کمپیوٹر گیمز) وغیرہ سے آشنائی؛

3۔ تعلیم وتربیت کے اصولوں اور قوانین سے آشنائی؛

4۔ تربیتی طریقوں اور اس کے اجراء کی بنیادوں اور اصولوں سے دقیق آشنائی؛

5۔ تربیتی عوامل اور رکاوٹوں کی شناخت اور رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے کوششیں؛

6۔ تعلیمی کتابوں کے تحصیلی مواد سے آشنائی اور امور تربیت میں ان سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت۔

تربیت کیلئے موضوعات اور معیارات

تعلیم و تعلم کی تبدیلی والی دستاویز میں دسیوں نکات طلبہ کی تربیت کیلئے پیش کیے گئے ہیں جو تعلیم و تعلم کیلئے لازم قرار دیئے گئے ہیں تاکہ مربیان اپنی تربیتی فعالیتوں میں ان نکات کو مد نظر رکھیں۔ البتہ اچھے اور پسندیدہ نکات کی کثرت جبکہ دوسری طرف تمام مربیوں کیلئے ضروری ہے کہ رکاوٹوں کی صورت میں ان تمام معیارات اور نکات میں کلیدی نکات کا انتخاب کریں جو بعض دوسری صفات کو اپنے ساتھ لے چلیں۔ اس طریقہ سے ہی ممکن ہے کہ تربیتی عمل کوئی نتیجہ دیا جاسکے اور مربی حضرات بھی اپنی محنتوں کا کوئی ثمر دیکھ سکیں اور فعالیتوں میں اضافہ کر سکیں۔ اس طریقہ سے ہم اس قابل ہوسکتے ہیں کہ تربیتی عمل میں معیارات کے ذریعے اخلاقی

فضائل پیدا کریں اور منفی خُلقیات اور کردار کے پھیلنے میں رکاوٹ بن سکیں۔ ان معیارات کو ہم نے دو موضوعات میں پیش کیا ہے۔ اصلی اور کلیدی معیارات اور امتیازی خصوصیات۔

اصلی اور کلیدی معیارات

اس کو اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اخلاقی فضائل، عقائد اور کردار و اخلاق، یعنی اخلاقی فضائل کے ذریعے وہ مواقع فراہم کیے جاتے ہیں کہ اس کے ذریعے منفی صفات کے نفوذ کو روکا جاتا ہے اور تکامل انسانی کو پرورش دی جاتی ہے۔

اصلی اور کلیدی معیارات جیسے کہ:

1۔ کرامت نفس اور انسان کی خود کی شناخت؛

2۔ خدا پر اور غیب پر ایمان؛

3۔ خدا، قرآن و اہل بیتؑ سے عشق و محبت؛

4۔ نماز؛

5۔ سچ بولنا اور صداقت؛

6۔ گناہوں سے بچنا (خواہشات سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا)؛

7۔ شرم و حیاء؛

8۔ علم کی اہمیت اور عالم کا احترام؛

9۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر؛

10۔ اسلامی نظام، ولایت فقیہ اور تقلید؛

امتیازی خصوصیات

اس فہرست میں وہ نکات بیان کیے جا رہے ہیں جو اسلام نے بھی پیش کیے ہیں اور ان کی دینی تعلیمات میں بہت اہمیت ہے جیسے کہ:

امتیازی خصوصیات جیسے کہ:

1۔ والدین کا احترام؛

2۔ بڑوں کا احترام؛

3۔ دوسروں کی مدد کرنا؛

4۔ طہارت و پاکیزگی؛

5۔ مسجد اور مسجد میں نماز جماعت کا اہتمام؛

6۔ نظم و ضبط؛

7۔ فرض روزوں کا اہتمام؛

8۔ حرام مال سے پرہیز کرنا اور انسانی حقوق کی طرف سے حساسیت؛

9۔ صلہ رحم؛

10۔ گفتگو اور کردار میں ادب؛

11۔ جہاد اور ایثار؛

12۔ قناعت کرنا اور اسراف سے پرہیز کرنا۔

اصلی معیار اور ان سے نتائج حاصل کرنے کا طریقہ کار

اوپر بیان کیے گئے ہر معیار میں مختلف روشیں اور عملی طریقہ کار ہیں جس کے ذریعے ہم کبھی ایک معیار اور کبھی بہت سارے مشترک معیارات کو استعمال کرتے ہیں۔

1۔ کرامت نفس اور انسان کی خود کی شناخت

ہدف: طلبہ میں خود شناسی پیدا کرنا ان کو اپنے آپ سے اور موجودات کائنات میں خود ان کی حیثیت سے آگاہی، جس سے احساس کرامت کا پیدا کرنا اور پر نشاط اور خوش باش روح کا پیدا کرنا منظور نظر ہے جو کہ خداشناسی اور باطنی کمال اور خداشناسی کی طرف حرکت دے سکے۔

توقعات: بالائی معیارات کے تحت یہ امید کی جاتی ہے کہ طلبہ درج ذیل مقام تک پہنچ سکیں گے:

1۔ اطمینان کا احساس

2۔ تازگی و فرحت

3۔ اپنے لئے احترام کا قائل ہونا

4۔ اپنی کمزوریوں اور قوتوں کی شناخت

5۔ اپنی کرامت کی حفاظت

6۔ خدا کی مہربانی کی شناخت

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: روح کی تازگی اور خود کی اہمیت پیدا کرنا، تمام تربیتی امور کی اساس ہے۔ اسی وجہ سے ان معیارات کو بیان کرنا خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اگر آدمی عالم کائنات میں اپنی حیثیت کو پہچان لے، تو وہ اپنی قدر و قیمت کا ادراک کر لیتا ہے اور اسی وجہ سے وہ گناہوں اور غلطیوں سے خود کی حفاظت کرتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

"ہر وہ شخص جو خود کی بزرگواری اور کرامت سمجھتا ہے اس کے نزدیک شہوتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔"

اور اسی طرح وہ خدائے رحیم سے شناسائی پیدا کر لیتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"جس نے اپنے آپ کو پہچانا، اس نے خدا کو پہچانا۔"

اور اسی وجہ سے مولا علیؑ نے فرماتے ہیں: "سب سے بہترین شناخت اور علم خود شناسی ہے اور خود کو جاننا ہے۔"

یا ایک جگہ اور فرماتے ہیں: "جو خود کی پہچان نہیں رکھتا، وہ گمراہی، نادانی اور بے راہ روی میں دور تک چلا جاتا ہے۔"

یا جیسے: "ہر کوئی جو اپنی تربیت اور تزکیہ نفس کے علاوہ خود کو کہیں اور مشغول کرتا ہے وہ تاریکیوں میں گم ہو جاتا ہے اور ہلاکت میں جا پڑتا ہے اور شیطان اس کو سرکشی اور طغیان میں دھکیل دیتا ہے۔"

کرامت نفس کا اخلاقی فضائل سے تعلق:

1۔ انسان کی نظر میں دنیا کی پستی اور عالم موجودات میں خود کو عزت اور اہمیت دینا

امام علیؑ سے فرماتے ہیں: "جو کوئی بھی اپنے نفس کی کرامت و بزرگواری کا قائل ہوتا ہے دنیا اس کی نظروں میں بھوسے کے چھلکے سے بھی زیادہ ناچیز ہو جاتی ہے۔"

جس کی نظر میں عزت و کرامت اہمیت رکھتی ہے دنیا اس کی نظروں میں پست ہو جاتی ہے۔ یہ صفت نہیں حاصل ہو سکتی مگر یہ کہ دنیا کی شناخت پیدا کرے اور اپنی زندگی کو صرف دنیاوی فوائد تک محدود نہ کرے۔ بلکہ موجودات و ہستی جس طرح سے ہیں اسی طرح پہچانے اور اس عالم موجودات میں اپنے رفعت اور فضیلت کو پہچانے۔

2۔ گناہ کا ارتکاب نہ کرنا

ایک اور فائدہ جو آدمی کو عزت نفس سے ملتا ہے وہ یہ کہ گناہ و غلطی سے دوری کا سبب بنتا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "ہر کوئی جو اپنی شخصیت اور اپنے نفس کے احترام کا قائل ہو وہ خود کو گناہوں اور غلطیوں میں نہیں الجھاتا۔"

جو شخص بھی اپنے نفس کی بزرگی اور کرامت پر یقین رکھتا ہے، کبھی بھی گناہ اور پست کاموں سے خود کو آلودہ نہیں کرتا۔ انسان اگر اپنی شخصیت کی طرف سے حساس ہو اور اپنی عزت کرتا ہو اور یہ احساس اس کا یقینی اور سمجھ بوجھ کے ساتھ ہو تو ایسا شخص کبھی بھی خود کو اطاعت خدا سے دور نہیں کرتا اور کبھی بھی خدا کے احکام کے خلاف نہیں جاتا۔

کیوں کہ اصل بات یہ ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ایسا انسان خود کو بے اہمیت سمجھتا ہے اور خود کو حقیر باور کرتا ہے۔

3۔ پست خواہشات سے دوری:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "جو لوگ نفسانی شرافت رکھتے ہیں اپنے دامن کو کبھی بھی پست و گھٹیا خواہشات سے آلودہ نہیں کرتے۔"

4۔ با کرامت انسان کا شہوات کو حقیر اور پست سمجھنا

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: جو کوئی اپنی شخصیت کے احترام کا قائل ہوتا ہے اس کی نظر میں نفسانی خواہشات بے اہمیت ہوتی ہیں۔"

جو اپنی شخصیت اور نفسانی کرامت رکھتا ہے، یعنی اس کیلئے اپنی شخصیت عزت و شرف رکھتی ہے، شہوات اور نفسانی خواہشات اس کی نظر میں چھوٹی اور حقیر ہو جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باعزت انسان بالکل بھی شہوت نہیں رکھتا بلکہ شہوات اور خواہشات اس کے کنٹرول میں رہتی ہیں اور شرعی طریقے اور اپنے ارادے کے کنٹرول میں رکھتا ہے۔ دوسرے معنوں میں انسان کی رغبت اس کے کنٹرول میں ہو نہ یہ کہ وہ رغبتوں اور خواہشات کے کنٹرول میں رہے۔

5۔ نیک اعمال کو انجام دینا:

باکرامت انسان نیک اعمال کی انجام دہی کو خود پر واجب سمجھتا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "واقعی بڑا انسان نیک کاموں کی انجام دہی خود پر واجب گردانتا ہے جب کہ پست آدمی دوسروں پر اپنے احسانات کا بدلہ دیناواجب جانتا ہے۔"

6۔ نرم مزاجی:

حضرت علیؑ نے فرمایا: "جب بھی کسی واقعی بڑے شخص کے ساتھ محبت و مہربانی برتی جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے جب کہ پست انسان کے ساتھ نرمی اور ملائمت اسے سخت گیر بنا دیتی ہے۔"

7۔ شکر گذاری:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: کریم انسان چھوٹے سے احسان پر بھی شکریہ ادا کرتا ہے جب کہ پست آدمی بہت سے ناشکرا ہوتا ہے۔"

8۔ معاف کرنے میں جلدی کرنا:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "معاف کرنے میں جلدی کرنا بڑے لوگوں کے اخلاق ہیں اور انتقام لینے میں جلدی کرنا پست انسان کی خصلت ہے۔"

9۔ وعدہ وفا کرنا:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "بڑے افراد کا شیوہ وعدے اور معاہدے وفا کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ پست افراد کی طریقہ انکار کرنا (اور وعدوں اور معاہدوں کو پیروں تلے روند دینا) ہوتا ہے۔"

10۔دوسروں کو کھانا کھلانا:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:"بڑے لوگوں کو دوسروں کو کھانا کھلانے میں مزہ آتا ہے اور پست افراد کو کھانا کھانے میں۔"

عملی طریقے:

1۔موجودات کے درمیان انسان کی برتری اور کرامت کی توضیح کیلئے آیات وروایات جیسے کہ "ولقد کرمنا بنی آدم"۔

2۔انسانی پیدائش کے پیچیدہ مراحل کی دقیق اور ماہرانہ توضیح دینا اور انسان کی روحی،نفسیاتی اور معنوی صفات کی تشریح۔

3۔طلبہ میں انسانی جبلتوں اور انسانی وجود کا فلسفہ سمجھانا،استعمال کا طریقہ،کنٹرول اور اعتدال سکھانا۔

4۔صلاحیتوں اور استطاعت پیدا کرنے کیلئے موقع نکالنا،یعنی مربی اس طرح سے ماحول بنائے کہ طلبہ میں سے ہر ایک کسی بھی ایک موضوع پر بشمول درسی، کھیل،اخلاقی،انضباطی وغیرہ میں مہارت پیدا کرے۔

5۔طلبہ کو مختلف دینی ومذہبی مراسم میں کوئی ذمہ داری دینا اس طرح کہ طلبہ محفل کے انعقاد میں اپنی حصہ داری کو محسوس کریں۔

6۔مربی کی طرف سے تمام طلبہ کا احترام کیا جائے اور ہر قسم کا شخصی تجسس،بے عزتی،مذاق اڑانا اور زور زبردستی سے پرہیز کیا جائے۔

7۔طلبہ سے خود ان کے مسائل کے حل کیلئے مشورہ کرنا،مثلاً طے شدہ منصوبے سے ہٹ کر کوئی کام کرنا،کیمپنگ کرنا وغیرہ۔

8۔طلبہ کو ان کی ظرفیت کی مناسبت سے مختلف اخلاقی،درسی،کھیلوں وغیرہ میں تشویق دلانا۔

9۔رول ماڈلز سے آشنائی کروانا اس طرح کہ طلبہ میں کمال کے حصول کیلئے دلچسپی بیدار ہو۔

10۔طلبہ کو ان کے اپنے نظریات کو دوبارہ پرکھنے اور دوسروں کی نظر سے دیکھنے اور تجزیہ کرنا سکھانا اور تشویق دلانا۔

11۔طلبہ کو خود انکے مسائل اور مشکلات کے حل کیلئے تشویق دلانا۔

12۔مسائل ومشکلات کا شکار افراد سے خاص رابطہ برقرار کرنا۔

13۔ہر طالب علم کو دوستی ومہربانی کے ساتھ سالانہ بنیادوں پر پرکھنا۔

14۔طلبہ کی عمر اور جنس کی مناسبت سے عزت نفس اور خودشناسی پر کتابوں کا تعارف کرانا۔

15۔مخصوص وقت نکالنا کہ ہر طالب علم اپنے دردِ دل کو بیان کرے۔

16۔ طلبہ کو انسان کی کمزوریوں، محدودیتوں اور ضرورتوں جیسے کہ احساس برتری، ہمیشہ انڈر کنٹرول رکھنے کی صفت وغیرہ سے آگاہی دینا۔

17۔ روحانی و نفسیاتی توانائیوں کو قوی کرنے کے ساتھ ساتھ بعض ایسے کام جو اسکول سے مربوط ہوں طلبہ کے سپرد کیے جائیں تاکہ ان کی خود اعتمادی میں اضافہ ہو۔

18۔ طلبہ کی روز ولادت پر سالگرہ کی مبارک باد دینا۔

2۔ خدا، قرآن و اہل بیتؑ سے عشق و محبت

ہدف: طلبہ کے دلوں میں خدا، قرآن و اہلبیتؑ کی محبت کو پیدا کرنا بالکل اسی طرح جیسے دوسروں کیلئے دل میں جگہ بناتے ہیں۔

توقعات: اس معیار کو عملی بنا کر ہم مندرجہ ذیل نتائج کو حاصل کرنا چاہتے ہیں:

1۔ خدا کا شکر گذار ہونا؛

2۔ خدا کو پسند کرنے کے ساتھ ساتھ دینِ خدا کیلئے فداکاری پیدا کرنا؛

3۔ معصومینؑ کی مجالس و محافل میں شرکت کرنے کیلئے دلچسپی پیدا کرنا؛

4۔ توسل و زیارت سکھانا؛

5۔ قرآن سے اُنس و محبت پیدا کرنا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: طلبہ کے دل خدا سے عشق و محبت کے مرکز ہوتے ہیں اور مربی اس عشق و محبت کو پیدا کرنے کیلئے زمینہ سازی کر سکتا ہے تا کہ یہ فطری جذبہ ظاہر میں نظر بھی آئے۔ امام سجادؑ سے روایت میں ہے: "خداوند تعالیٰ نے موسیٰؑ کو وحی کی: مجھے خلقت کا محبوب بناؤ اور خلقت کو میرا محبوب بناؤ۔ موسیٰؑ نے پوچھا: اے پروردگار! اس کام کو کیسے انجام دوں؟ خدا نے فرمایا: میری نعمتوں اور عطیوں کو انہیں یاد لاؤ تا کہ مجھے پسند کریں، اگر تم کسی باغی، کسی گمراہ کو میری طرف پلٹاؤ گے اور ہدایت کرو گے تو یہ کام سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ عبادت بھی ایسی کہ دن میں روزہ، رات میں بیداری کرو"۔

اگر دل میں شیطانی چالیں ہیں، اس کے ہتھیار ہیں اور دل غیر خدا کی محبت سے پُر ہو چکا ہے تو یہ چیز طلبہ کی زندگی میں انحرافات اور بدبختی کا باعث بنتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کا کردار و گفتار منفی ہو جاتا ہے۔

امام صادقؑ سے روایت میں آیا ہے کہ: "دل خدا کے حرم ہوتے ہیں پس حرم خدا میں غیر خدا کو ساکن نہ بناؤ۔"

محبت کا امر دینی تربیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دین محبت ہے اور محبت دین ہے۔"

اہل بیتؑ کے حوالے سے قرآن کریم میں ہے کہ خداوند متعال اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ اہلبیتؑ سے محبت کی جائے یا حدیث کساء میں آیا ہے کہ زمین و آسمان کی خلقت کے فلسفے میں کمال حاصل کرنے کا وسیلہ سوائے اہلبیتؑ کے اور کوئی چیز نہیں۔

قرآن جو کہ ہماری آسمانی کتاب ہے اور خداوند تعالیٰ کا کلام ہے، سے اُنس رکھنا نیز یہ طلبہ کی دینی تربیت میں بہت بنیادی اثرات کا حامل ہوتا ہے، جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت میں تاکید ہوئی ہے کہ اپنے بچوں کو قرآن سے آشنائی پیدا کر کے تربیت کرو۔

کہا جانا چاہیے کہ اس عمر میں طالب علم جذبات واحساسات کا مرکز ہوتے ہیں، ان جذبات واحساسات کو ہدایت دینا اور رُخ دینا ان کی روح اور زندگی کی پاکیزگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

عملی طریقے:

الف: خدا سے محبت

1۔ خدا کی مادّی اور معنوی نعمتوں کو بیان کرنا؛

2۔ احکامات الٰہی اور دینی تعلیمات کی تشریح کرنا؛

3۔ دنیا و آخرت میں خدا کی محبت کے آثار کو بیان کرنا؛

4۔ روایات میں موجود سائنسی روایات کو بیان کرنا؛

5۔ طلبہ اور مربیان ان مواقع کا ذکر کریں جب پروردگار کے کرم سے مشکلات حل ہوئی ہوں؛

6۔ خدا سے خصوصی محبت کو بیان کریں، جیسے کہ:

☆ خدا سے محبت سب سے برتر عشق ہے؛

☆ خدا سے عشق تمام مجازی عشقوں کی دوا ہے؛

☆ یہ عشق جدائی پر ختم نہیں ہوتا؛

☆ خدا سے محبت کو تمام اچھے لوگوں (والدین، استاد وغیرہ) کی محبتوں کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے؛

7۔ بندوں پر الٰہی جلوؤں اور خدائی محبت کو بیان کریں؛

8۔ اس بات کی تشریح اور یاددہانی کہ خدا کی محبت دل میں گناہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی؛

9۔ مقدس اذکار، آیات، سورے، دعاؤں کی خصوصیات کو بیان کرنا اور ان سے انسیت رکھنے اور ان کے فہم اور ترجمہ پر تاکید کرنا؛

10۔ طلبہ سے خدا کی محبت کی تشریح کرنا۔ "بے شک خدا طالب علموں کو پسند کرتا ہے"؛

11۔ کچھ وقت یہ فکر کرنے کیلئے مخصوص کرنا کہ خدا سے محبت کے راستے میں کیا کیا کام انجام دے چکے ہیں اور آئندہ دے سکتے ہیں؛

12۔ اچھے کام جو طلبہ انجام دے چکے ہیں مربی کو بتائیں اور مربی اپنے رجسٹر میں لکھے اور ہر ہفتے سب سے بہتر کام کرنے والے پہلے شخص کا تعین کیا جائے گا۔ مثلاً سب سے زیادہ سلام، گھر والوں کی مدد، اسکول کے کاموں میں مدد وغیرہ۔

ب: اہل بیتؑ سے محبت

1۔ اہل بیتؑ پر درود و سلام بھیجنے کے دنیوی اور اُخروی اثرات کو بیان کرنا؛ جس طرح کہ زیارت جامعہ کبیرہ میں آیا ہے: "خدا نے دو نعمتیں ایک ہماری صلوات اور تمہاری ولایت جو ہم سے مخصوص ہے ہماری ارواح کی پاکی اخلاق اور ہمارے گناہوں کا کفارہ قرار دی ہے۔"

2۔ اہل بیتؑ سے ارتباط قائم کرنے کے آداب کو بیان کرنا، جیسا کہ آداب زیارت وغیرہ۔۔۔؛

3۔ اہل بیتؑ کی خوشیوں کو ظاہر کرنا، جیسے کہ پاکیزہ لباس پہننا، عطر لگانا، مذاق کرنا وغیرہ۔۔۔؛

4۔ اہل بیتؑ کے اخلاق کریمانہ کا مقابلہ اور اس کا بیان کرنا: اہل بیتؑ کے دشمنوں کا ان کے ساتھ غیر شائستہ عمل جیسے کہ معاویہ کا امام علیؑ کے لشکریوں پر پانی کی بندش اور دوسری طرف حضرت علیؑ کا صفین میں معاویہ کے لشکریوں پر پانی نہ بند کرنا۔۔۔؛

5۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیتؑ کی کچھ دوسری خصوصیات کو بیان کرنا جیسے کہ دوسروں کی مدد کرنا، انفاق کرنا، ضرورت مندوں کی دستگیری وغیرہ؛

6۔ محبتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلماور اہل بیتؑ کو بیان کرنا: آپؑ کے پیروؤں کی خدمات، شیخ مفید کیلئے توقیع شریف میں بیان " انّا غَیرُ مُھمِلِی لِمُراعَاتِکُم وَلانَاسِی لِذِکرِکُم "، یعنی: ہم نہ تمہارے خیال سے غافل ہیں اور نہ تمہاری یاد سے بھولنے والے ہیں۔

7۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کی خصوصیات، آپ کی عظمت اور کرامت کو بیان کرنا؛

8۔ ائمہ معصومینؑ کا بطور ولی نعمت، بطورِ فیض الٰہی کا واسطہ تعارف کرانا اور جس طرح زیارت جامعہ میں بیان ہوا ہے اس کو پیش کرنا: بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ ا وَبِكُمْ يخْتِمُ ا وَبِكُمْ ينزِّلُ الْغَيثَ وَبِكُمْ يمْسِكُ السَّماءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِه وَبِكُمْ ينفِّسُ الْهَمَّ وَيكْشِفُ الضُّرَّ وَعِندَكُمْ مَا نَزَلَتْ بِهِ رُسُلُهُ وَهَبَطَتْ بِهِ مَلائِكَتُهُ وَإِلى جَدِّكُمْ اور اگر زیارت امیر المومنینؑ ہو تو وِإِلَى جدّكم کے بجائے کہو: وَإِلَى أَخِيكَ بُعِثَ الرُّوحُ الْأَمِين

9۔ اہلبیتؑ سے ہدایت لینے کی اہمیت وضرورت کو بیان کرنا؛

"یقیناخود تمہارے اندر سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف آیا ہے جس پر تمہارے مسائل بہت سخت اثر انداز ہیں اور تمہاری ہدایت کیلئے شدید شوق رکھتا اور مومنین پر رؤف ومہربان ہے۔"

"کیا تم شدت غم واندوہ سے اپنی جان دے دوگے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے۔"

10۔ اہل بیتؑ کے اصحاب کے عاشقانہ اور فداکارانہ کردار کو بیان کرنا، جیسے کہ میثم تمار، مالک اشتر وغیرہ؛

11۔ کرامات معصومینؑ اور الطاف الٰہی کو بیان کرنا جیسے کہ مشکلات ورکاوٹوں کے حل کیلئے مربی اور طلبہ نے کس طرح ان ہستیوں سے فائدہ اٹھایا۔ مثلاً اگر کسی طالب علم کو اپنی زندگی میں کوئی خاص مسئلہ کا اتفاق ہوا ہو اور خدا کی طرف الہام سے اس مسئلہ کو حل کیا ہو۔ اس کو کلاس میں بیان کریں۔

12۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیتؑ کے جذّاب اقوال کو بیان کرنا؛ اِنَّ النّاسَ لَوْعَلِمُوْا محاسنِ كلامنا لَاَتّبعوُنا

13۔ سادات کی اہمیت اور احترام کو بیان کرنا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کی نسبت کو بیان کرنا؛

14۔ اہل بیتؑ کی خاطر نذر کرنے کی تشویق کرنا؛

15۔ اہل بیتؑ کو سلام کرنے کی رسم کو عام کرنا، سلام کا جواب واجب ہے پس اگر کوئی اہل بیتؑ کو سلام کرے تو وہ ہر حال میں جواب دیتے ہیں؛

16۔ طلبہ کے تعاون سے ان کاموں اور اعمال کو جو اہلبیتؑ پسند کرتے ہیں، کلاس میں بیان کرنا؛

17۔ ایسے گروہ یا گروپس لانچ کرنا جو جوان اور نوجوان طالم علموں سے مخصوص ہوں اور ان گروپس کو چلانے کیلئے ان کے ساتھ شریک ہونا۔

18۔ اسکول میں مذہبی رسوم اور مذہبی دنوں کو باشکوہ اور شان و شوکت سے منانا سے جس سے خوشی اور سکون دلوں میں پیدا ہو اور طلبہ کو ان تقریبات کا انتظام سونپنا اور ان کے ساتھ شریک رہنا؛

19۔ سلامتی امام زمانہؑ کی دعا یا دیگر دعائیں وزیارات جو اہل بیتؑ سے توسل میں مددگار ہیں تلاوت کرنا؛

20۔ طلبہ کو اہلبیتؑ کی خوشیوں سے مربوط کرنا، مثلاً ائمہ معصومینؑ کی ولادتوں میں بہترین و منظم طلبہ کو یا جو اس دن کی مناسبت سے جس کا نام معصوم سے ہمنام ہو اس کو ہدیہ دینا؛

21۔ ائمہ اطہارؑ سے متعلق تصاویر کی، علماء و مفکرین کی یادداشتوں کی نمائشیں منعقد کرنا؛

22۔ اپنے بچوں کے نام اہلبیتؑ کے نام پر رکھنا اور ان ناموں کی وجہ سے ایسے بچوں کو عزت، وقار اور احترام دینا۔

23۔ اہل بیتؑ کی ولادتوں اور شہادتوں کی مناسبتوں سے پڑھائی کا ماحول تخلیق کرنا؛

24۔ طلبہ سے اہل بیتؑ کے کسی بھی ایک صفت پر جو ان کی زندگی میں نمایاں ہو مقالہ یا انشاء لکھوانا؛

25۔ اہل بیتؑ پر دل کو فدا کر دینے والوں کے قصے بیان کرنا؛

ج: قرآن سے انس و محبت

1۔ قرآن کے سائنسی مطالب کو بیان کریں؛

پودوں میں زوجیت: وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (سورہ رعد 3)

ستاروں کی مشخص جگہ اور مدار: فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۔ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ (سورہ واقعہ 75-76)

قانون جاذبہ: اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ (سورہ واقعہ 2)

2۔ طلبہ کیلئے قرآنی آیات کا آسان مفہوم بیان کرنا؛

3۔ قرآن کی جذاب تفسیر جس میں بشارتوں کا ذکر کرنا؛

4۔ خاص آیات و سورتوں کی خصوصیات بیان کرنا اور ان سے اُنس ولگاؤ پیدا کرنا اور ان کے فہم و ترجمہ سے آگاہ کرنا؛

5۔ مختلف آیات قرآن کو حفظ کرنے کیلئے مناسب تشویقی پروگرام کا انعقاد کرنا؛

6۔کلاس کو شروع کرنے اور ختم کرتے وقت آیت الکرسی اور خاص آیات و سورتوں کی تلاوت؛

7۔ قرات و تلاوت قرآن کی دلکش اور خوبصورت محافل کا انعقاد کرنا؛

8۔ محافل و کانفرنسز میں، نیز صبح کو قرآن کی تلاوت کیلئے خوش الحان افراد کا انتخاب کرنا؛

9۔ قرآنی مقابلوں کا انعقاد:

☆ قرآنی آیات کو ڈرائنگ میں استعمال کرنے کے مقابلے

☆ ایک ہی سانس میں کوئی چھوٹا سورہ تلاوت کرنے کا مقابلہ

☆ خاص سورتوں یا کسی دوسری آیات کا ترجمہ اور مفاہیم کی تلاوت کا مقابلہ

☆ ترتیب کے ساتھ سورتوں کے نام یاد کرنے کا مقابلہ

☆ پارے میں سورہ شناسی کا مقابلہ

☆ آیات موضوعی کو حفظ کرنے کا مقابلہ

10۔ اسکول میں معلموں، مربیوں، والدین اور طلبہ کے تعاون کے ساتھ علاقے یا شہر کے مشہور حافظ اور قاریوں کو بلا کر محفل اُنس با قران منعقد کرنا۔

3۔ خدا پر اور غیب پر ایمان

ہدف: طلبہ کا غیب پر ایمان قوی بنانا اور اس بنیاد پر ان کے افکار و کردار کو جہت دینا۔

توقعات: اس معیار کے ذریعے توقع ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل امور کو انجام دیں گے:

1۔ مفاتیح الجنان سے انسیت؛

2۔ ہمیشہ باوضو رہنا اور صرف خدا کیلیئے کام کرنا؛

3۔ ثواب کیلیئے پر عزم ہونا؛

4۔ امام زمانہؑ سے انسیت اور اُن کی سلامتی کیلیئے دعا کرنا؛

5۔ فرشتوں کی پہچان؛

6۔ اہل ذکر و دعا؛

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: غیب پر ایمان یعنی خدا ہمیشہ ہر جگہ انسان کے ساتھ ہے۔ هو معكم اينما كنتم۔ پروردگار عالم زندگی کے ہر موڑ پر ہر رستہ پر ہمارے ساتھ ہے اور یہ اس کی مشیت میں سے ہے کہ وہ ہمارے اعمال اور احوال میں جلوہ گر رہتا ہے اور اس چیز پر عقیدہ رکھنا کہ خدا ہمارے تمام کاموں میں تاثیر گذار ہے اور اس کا ہاتھ زندگی کے تمام امور میں موجود ہے، ہمیں اپنے اعمال اور کردار پر نظر رکھنے والا بنا دیتا ہے۔ غیب پر ایمان یعنی ملائکہ، قیامت، امام زمانہؑ وغیرہ یہ معیارات قرآن کریم میں متقین کی اولین نشانیوں میں بیان ہوئے ہیں۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ (یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لیے۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔۔۔ (سورہ بقرہ 2-3)

یہ معیار انسان کو مدافعتی بنانے میں کلیدی اثرات کا حامل ہے، کیونکہ انسان ہر حال میں خدا کو اپنے اعمال پر شاہد و ناظر جانتا ہے اور یہی چیز غلطیوں اور کوتاہیوں اور گناہوں کے مقابلے پر مدافعانہ کردار ادا کرتی ہے۔

غیب پر ایمان کے اثرات:

1۔ قرآن کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھانا: انسان کی دیانت داری کی جڑ، عالم غیب پر ایمان سے جڑی ہے اور وہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔

2۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کو حصول: جو انسان غیب پر ایمان رکھتا ہے وہ خدائی مزاج پیدا کرے، اس کا نجاست اور پلیدی سے دور ہونے کا عزم وارادہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

3۔ باامید زندگی گذارنا: غیب پر ایمان مضبوط ترین رسی ہے کہ اس کو تھام لینے والے انسان کے دل میں امید کا نور زندہ رہتا ہے۔

4۔ خدا کی خوشنودی کیلئے کوشش: غیب پر ایمان اور اس سے منسلک دوسرے امور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین محرک ہیں۔ مومن کی کوشش ہوتی ہے کہ اعمال صالح انجام دے اور خدا کی خوشنودی کیلئے کام کرے تاکہ خدا کی نوازشوں سے بہرہ مند ہو سکے۔

5۔ اپنے کردار اور اعمال کی مراقبت: وہ انسان جو روز حساب اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اپنے اعمال و کردار کا خود محاسبہ کرتا رہتا ہے۔

عملی طریقے:

1۔ انسان کی ماڈی و معنوی زندگی میں معنوی عوامل کی تاثیر کو بیان کرنا؛ مثلاً:

الف) افراد میں کامیابی اور اطمینان کے جذبات پیدا کرنے میں قرآن کی تاثیر کو بیان کرنا؛ جیسے کہ شفایابی کیلئے سورہ حمد کی تلاوت، چوٹ لگنے سے بچنے کیلئے معوذتین پڑھنا، آفات ومشکلات سے حفاظت کیلئے آیت الکرسی کا ورد، روزی کے اضافہ و فقر کو دور کرنے کیلئے سورہ واقعہ یا ذاریات کی تلاوت وغیرہ؛

ب) انسان کی کامیابی میں دعا کی تاثیر کی وضاحت کرنا، جیسے کہ باپ کی دعا، دعائے مطالعہ، سفر، حافظہ کی تقویت کیلئے اور مختلف مواقع پر کی جانے والی دعائیں؛

ج) مختلف اذکار کی تاثیر کو بیان کرنا جیسے کہ تحلیل، تمجید، تسبیح، ذکر یونسیہ وغیرہ اور ان دعاؤں کے آثار، مثلاً آرام و سکون اور رفع وسواس میں دعا کی تاثیر اور بارش اور رزق و روزی کیلئے استغفار کا اثر وغیرہ؛

د) انسان کی نورانیت اور فہم و عقل میں اضافہ کیلئے وضو کا اثر وغیرہ۔۔۔

2۔ دنیا و آخرت اور خود فرد میں اور اس کی نسل میں اچھے اور نیک اعمال کے اثرات کا بیان کرنا؛ مثلاً طول عمر کیلئے صلہ رحم، مشکلات و پریشانیوں کے رفع و دفع کیلئے صدقہ اور بچوں میں لقمہ حرام کی تاثیر وغیرہ؛

3۔ اعمال کے ثواب اور عقاب؛ مثلاً بہشت میں خدا کی بے شمار نعمت اور جہنم میں طرح طرح کے عذاب؛

"کتاب ثواب الاعمال و عقاب الاعمال" عربی زبان- تالیف شیخ صدوق، ابو جعفر، محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (305-381 ق)، چوتھی صدی ہجری کے عظیم فقہاء اور راویوں میں سے ایک شیخ صدوق ہیں۔ یہ کتاب مبلغین کیلئے بہت کارآمد ہو سکتی ہے۔

4۔ طلبہ کو امور غیبی کی طرف توجہ دلانے کیلئے غیر محسوس موجودات جیسے کہ ریڈیو کی لہریں، برق، موبائل فون کی لہریں وغیرہ جو کہ وجود رکھتی ہیں لیکن نظر نہیں آتیں، مثال دینا۔

5۔ خدائی امداد اور غیبی الہامات کی توضیح دینا؛ جیسے کہ:

الف) طلبہ سے خود ان کی یادداشتیں بیان کروانا جس میں انہیں خدائی امداد ملی ہو؛

ج) طلبہ سے ذاتی اور تعلیمی زندگی میں غیب پر ایمان کی تاثیر کے حوالے سے سوالات کرنا؛

د) طلبہ کو معنوی زندگی کا تجربہ کرنے کی تشویق دلانا اور اس تجربے کیلئے زمینہ سازی کرنا وغیرہ۔۔۔؛

ھ) غیب اور غیبی عوامل کی طلبہ کی زندگی میں اثرات پر ایمان کے حوالے سے یادداشتیں، اشعار و مقالہ لکھوانا اور بورڈ پر لگانا؛

و) طلبہ سے جنت و جہنم اور دیگر غیبی مسائل پر ڈرائنگ بنوانا؛

6۔ کائنات و خلقت کے رازوں کی کھوج کے سلسلے میں عظیم سائنسدانوں جیسے کہ بو علی سینا، آئن اسٹائن، کانٹ وغیرہ کے اظہار عجز کو بیان کرنا؛

7۔ عمل اور رد عمل کا قانون بیان کرنا؛ البتہ اس مسئلہ کے منفی اثرات سے آگاہی ضروری ہے جیسے کہ خدائی قوانین بعض اوقات ایک دوسرے سے غیر جانبدار ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو بے اثر کر دیتے ہیں۔ مثلاً والدین کی خدمت کرنا زندگی میں فلاح کا باعث ہے لیکن ممکن ہے کہ کسی کیلئے امتحان ہو اور اس قانون کو بے اثر کر دے اور زندگی سخت ہو جائے۔

8۔ غیب پر ایمان رکھنے والوں اور نہ رکھنے والوں کا موازنہ؛

9۔ اپنے ملک یا دنیا میں مختلف واقعات کو بیان کرنا جس میں معنوی عوامل یا غیبی امداد ظاہر ہوئی ہو؛ جیسے کہ ایران عراق جنگ میں امریکہ کی طبس میں شکست (جبکہ دشمن کے پاس ہر طرح کے وسائل تھے اور ایرانیوں کے پاس محدود وسائل تھے)

10۔ اس طرف توجہ کرنا کہ خدا اسباب بنانے والا بھی ہے اور اسباب ختم کرنے والا بھی ہے؛ جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ کیلئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا یا حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں مردوں کو زندگی مل جانا وغیرہ؛

11۔ جدید سائنس نے جن غیبی اور معنوی عوامل کو دریافت کیا ہے جیسے ایک جاپانی محقق نے آب زم زم پر تحقیق کی ہے اور اس کے غیبی اثرات دوسرے پانیوں سے مختلف پائے ہیں یا روح ونفسیات دیگر جسمانی وروحانی بیماریوں میں دعا کی تاثیر، وغیرہ

12۔ معصومینؑ سے توسل کرنا اور طلبہ کو نصیحت کرنا کہ اپنی مشکلات کے حل کیلئے توسل کریں؛

13۔ اس چیز کو بیان کرنا کہ خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین، ائمہ معصومینؑ ہم کو دیکھ رہے ہیں: سورہ توبہ 105

14۔ اذکار کیلئے خاص وقت نکالنا جیسے کہ صلوات کیلئے، استغفار، دعائے سفر و مطالعہ، سونے کے وقت، وضو کے وقت کی دعائیں اور اذکار؛

15۔ معنوی تکامل اور زندگی کی مشکلات دور کرنے کیلئے نذر کی تشویق دلانا؛

16۔ مسائل غیبی اور لوگوں کی زندگی میں ان کے دائمی اثرات کا ذکر کرتے رہنا؛

17۔ طلبہ کو اچھے کاموں کی انجام دہی کیلئے بغیر مادی فوائد کے حصول کی تشویق دلانا؛ مثلاً کلاس کو صاف کر دینا بغیر دوسروں کو بتائے یا غازی اور شہدا کی یاداشتیں بیان کرنا وغیرہ؛

18۔ صفاتِ خدا کو بیان کرنا جیسے کہ بصیر، سمیع، عالم ہونا وغیرہ

19۔ خاص ویڈیو کلپس دکھانا جس سے معنوی زندگی میں اثرات پیدا ہوں؛

20۔ شہدا کے مزاروں پر جانے کیلئے اجتماعی پروگرام بنانا؛

21۔ انسان کی خلقت اور ملائکہ اور شیطان کے مکالمے کی داستان کی توضیح دینا؛

22۔ طلبہ میں مفاتیح الجنان سے انسیت پیدا کرنا؛

23۔ طلبہ کو ملائکہ کی اقسام سے آگاہ کرنا اور ان کے کاموں سے آشنائی دینا جیسے کہ انسان کے محافظ ، رزق پہنچانے والے ملائکہ وغیرہ؛

24۔ طلبہ کو امام زمانہؑج کی طرف متوجہ کرنا بعنوان زندگی امام اور ولی نعمت؛ امام زمانہؑج کو بادلوں کی اوٹ میں رہنے والے سورج سے تشبیہ دینا اور بچوں سے بادلوں میں چھپے سورج سے متعلق فوائد کو بیان کروانا؛

25۔ غیبت کبریٰ میں ظہور کیلئے تیاری کیلئے عظیم انسانوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا:

☆خودسازی

☆ معاشرہ کو پر امید بنانا

☆ اطاعت و معصیت میں صبر کی تہذیب

☆ ظہور کیلئے دعا کرنے کی روایت

☆ ظہور کے زمانے کی خوبصورتی کو بیان کرنا

4۔ نماز

ہدف: طلبہ میں نماز سے محبت پیدا کرنا اور اس کے قیام کیلئے تحرک پیدا کرنا۔

توقعات: اس معیار کو روبہ عمل لانے سے طلبہ ان موارد تک رسائی حاصل کر لیں گے:

1۔ نماز سے محبت اور نماز کو اول وقت میں پڑھنا؛

2۔ نماز کے اذکار و افعال سے شناسائی

3۔ کافی حد تک نماز کے فلسفے اور ترجمے سے آشنائی؛

4۔ نماز کیلئے کوششیں؛

5۔ دوسروں کو بھی نماز کی تشویق دلانا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: نماز اسلام کے اہم ترین قوانین میں سے ایک ہے جس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور روایات میں اسے دین کے ستون اور رُکن کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان نماز ایک پُل کی صورت ہے اور اسے واجب قرار دیا گیا ہے۔

اسی وجہ سے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: "بے شک نماز خاص اور معین اوقات میں مومنوں پر واجب ہے۔"

مومن بندہ مشخص وقت میں روبقبلہ ہو کر خدا سے گفتگو کرے اور یہ وہ حالت ہے جس کو روایت میں بیان کیا ہے: "شیطان انسان پر قوی نہیں ہو سکتا۔"

روایات:

امام محمد باقرؑ: "نماز دین کا ستون ہے، اس کی مثال خیمہ میں لگے بنیادی ڈنڈے کی سی ہے اگر یہ ڈنڈا سیدھا اور صحیح ہو گا تو کیلیں اور طنابیں بھی صحیح رہیں گی اور اگر ڈنڈا ٹیڑا یاٹوٹاہوا ہو گا تو نہ کیل صحیح رہے گی نہ ہی طناب استوار رہے گی۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "جب تک انسان پنجگانہ نمازوں کی حفاظت کرتا ہے شیطان اس سے ڈر تا رہتا ہے اور اسکے نزدیک نہیں آتا لیکن جب انسان پنج گانہ نمازوں کو ضائع کرتا ہے تو اس کی جرات بڑھ جاتی ہے اور وہ انسان کے پاس آجاتا ہے اور پھر اسے بڑے گناہوں کو انجام دینے پر اکساتا ہے۔"

نماز انسان کو گناہ اور تباہی اور برے کر دار سے دور کرنے کا عامل ہے

چنانچہ خدا فرماتا ہے: "بے شک نماز برائیوں اور فحاشی سے دور کر دیتی ہے۔"

یہ واجب اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ امام باقرؑ فرماتے ہیں: "سب پہلی چیز جو بندہ سے پوچھی جاتی ہے نماز ہے۔ پس اگر یہ قبول ہو گئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے۔"

اسکول میں بچوں اور نوجوانوں کی دینی تربیت کیلئے ایک اہم ترین معیار اور محبت پیدا کرنے والی چیز نماز ہے۔ عبادات میں انسان کی روح و نفسیات کو انتہائی بااثر بنانے والی چیز نماز ہے، اس کا اثر بہت بنیادی ہے اور اس کا فضائل اخلاقی کے حصول اور ذلالتوں کو ترک کرنے میں بہت بنیادی کر دار ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام نیکیوں کا سر چشمہ نماز ہے۔

نماز کا فضائل اور رذائل اخلاقی سے تعلق:

1۔ نیکیوں کا سر چشمہ: عبادات کے درمیان انسان کی روحانی اور نفسیاتی کمال میں سب سے موثر اور اخلاقی فضائل کے کسب اور رزائل کے ترک میں نماز کا بہت اہم کر دار ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ نماز تمام نیکیوں کا سر چشمہ ہے۔

2۔ انسان کی خود سازی: نماز انسان کی خود سازی کا موجب ہے۔ خود سازی اور تزکیہ نفس کا سب سے اہم محرک نماز ہے جو انسان کو حقیقی کمال و ترقی تک لی جاتی ہے اور انسان کو برائیوں سے دور کر دیتی ہے۔

3۔ اخلاص کیلئے زمین: نماز اخلاص کی پیشرفت میں اہم محرک ہے۔ عبادتوں کی اہمیت اور انسان کے اخلاص کا میزان و معیار ہے۔

حدیث میں ہے، امام باقرؑ نے فرمایا: "نماز، اخلاص کا گھر ہے۔"

4۔ تواضع و فروتنی: نماز انسان کو متواضع بناتی ہے۔ روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :" خاشع اور خاضع کی چار علامات ہیں: 1۔ ظاہر و باطن میں اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے کہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو، 2۔ ہمیشہ اپنے کندھوں پر نیک کام سوار رکھتا ہے اور اس کو انجام دیتا رہتا ہے، 3۔ قیامت کے دن کیلئے سوچتا رہتا ہے، 4۔ خداوند متعال سے مناجات کرتا رہتا ہے۔"

حضرت فاطمہ زہرا (س) نے فرمایا: "خدا نے نماز کو تم سے تکبر سے دوری کیلئے قرار دیا ہے۔"

5۔ مشکلات کے باوجود کامیابی: خدا سے ارتباط اور عبادت انسان کی طاقت میں اضافہ کرتے ہیں جس کے باعث انسان مشکلات پر قابو پالیتا ہے۔ حدیث میں امام علیؑ فرماتے ہیں: "خدا کی یاد انسان کو ہر لحاظ سے قوت دیتی ہے۔"

6: ادب: وہ انسان جو خالق کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرتا ہے اور اسکی تعظیم کرتا ہے وہ دوسروں کے آگے بھی ادب سے رہتا ہے۔

7۔ عزت نفس: انسان جب حقیقی عزت دار سے تعلق قائم کرتا ہے (خدا سے) تو پھر دوسروں اور اپنی بھی عزت نفس کی حفاظت کرتا ہے۔ (سورہ منافقون 8)

8۔ ترک غفلت: نماز گذار انسان کبھی غافل زندگی نہیں گذارتا۔ (سورہ طہ 12)

9۔ نظم وضبط: نماز انسان میں نظم وانضباط کو فروغ دیتی ہے۔

10۔ شیطان کا انسان سے دور ہونا: حدیث میں امام صادقؑ فرماتے ہیں: "موت کا فرشتہ، اس شخص سے جو نماز کی پابندی کرتا ہے، دور کر دیتا ہے اور اسے موت کے وقت توحید، نبوت کی تلقین کرتا ہے۔"

عملی طریقے:

1۔ نماز کا فلسفہ اور اہمیت:

نماز خالق کے حضور خوبصورت ترین بندگی کا جلوہ اور خضوع کا اظہار ہے۔ نماز پروردگار کی نعمتوں کا شکر ہے وغیرہ

2۔ نماز کی برکات اور آثار کی توضیح؛ بشمول دنیاوی اور اخروی عواقب نماز ترک کرنے کے دنیاوی اور اخروی نتائج۔

3۔ نماز کی تہذیب کا فروغ، جیسے کہ:

☆ پرائمری جماعتوں سے پہلے سے نماز کی تعلیم بوسیلہ CD، تصویر وغیرہ

☆ پرائمری جماعتوں سے اسکولوں میں نماز کی عملی مشق؛

☆ گھر میں بزرگوں کی طرف سے مختلف طریقوں سے نماز کو زندگی کا جز تلقین کرنا، جیسے کہ بچوں کو مسجد لے جانا، گھر میں بڑوں کے ساتھ نماز قائم کرنا، بچوں کو نماز کی تشویق کیلئے انہیں جائے نماز دینا، اچھے کپڑے دلانا، خوشبو دینا اور بچوں کو اوّل وقت نماز کی اہمیت بتانا نیز جبری رویہ اختیار نہ کرنا خصوصا نماز فجر کیلئے بیدار کرنے کی کوشش کرنا، زبان سے تشویق دلانا، بچے کو اس کے دوستوں میں نماز گذار کے عنوان سے محسوس کروانا، وغیرہ؛

☆ پرائمری جماعتوں سے طلبہ کیلئے نماز کی منصوبہ بندی کرنا؛

☆ اسکول میں پرنسپل اور اساتذہ کی طرف سے طلبہ میں نمبرز اور انعامات کے ذریعے نماز کی تشویق دلانا، نماز خانہ میں طلبہ کی نماز پڑھتے ہوئے تصاویر نصب کرنا، نماز کیلئے انعامات کے ساتھ مختلف طریقوں سے طلبہ کو تشویق دلانا؛

☆ نماز کو آسان ظاہر کرنا اور گھر اور ماحول کو دیکھتے ہوئے بتدریج دعوت دینا اور نماز کی طرف لانا؛

☆ اساتذہ کا نماز کو اول وقت پڑھنے کیلئے خود کو رول ماڈل ثابت کرنا؛

☆ اسکول میں شکر و سپاس کی ثقافت کو فروغ دینا اس بات کو سکھانے کیلئے کہ نماز بھی ایک طرح سے شکرِ خدا ادا کرنا ہے۔

4۔ طلبہ کو نماز جماعت میں شرکت کرنے پر انعام دینا جس کی شرکت زیادہ ہو اور اسی طرح ان کو انعام دیں جو دوسروں کو نماز کی طرف لے کر آتا ہو؛

5۔ نماز کیلئے الگ سے پیریڈ کو منصوبہ بندی میں شامل کرنا؛

نماز کے پیریڈ کی گھنٹی دو طرح سے انجام دی جاسکتی ہے:

☆ پندرہ منٹ پہلے گھنٹی بجائی جائے تو طلبہ نماز کیلئے تیاری اور وضو کرلیں؛

☆ ہفتے کے درمیان میں اور کلاس کے اوقات میں گھنٹی بجائی جائے تاکہ سب نماز خانہ میں جمع ہو جائیں اور مربی طلبہ کو نماز کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ نماز کے احکام کی تعلیم دیں اور حتی الامکان یہ اجتماع نشاط آور اور لذت بخش ہو اور کوئی تنفر پیدا نہ ہو۔

6۔ مختلف مواقع جیسے عید اور محافل وغیرہ میں مناسب وقت پر نماز کیلئے دعوت و تشویق دلانا؛

7۔ یہ بات کان میں ڈال دینا کہ تمام ادیان نماز و پرستش کے مختلف طریقے رکھتے ہیں اور یہ پرستش کی فطری حس ہے؛

8۔ پرائمری جماعت کے طلبہ کو ہوم ورک دیا جائے کہ والدین کے سامنے دو رکعت نماز پڑھیں اور ان سے تائید حاصل کریں؛

9۔ نماز کو شان و شوکت دینے کیلئے منصوبہ بندی کرنا اور ماحول بنانا؛ جیسے کہ خوبصورت لحن میں اذان، اول وقت نماز کیلئے کلاس میں وقفہ دینا، نماز خانہ میں دل پذیر ماحول بنانا، خوبصورت اور جذاب پوسٹر ز لگانا، بینرز لگانا؛

10۔ طلبہ کی بلوغت کا جشن رکھنا اور ان کو تحائف دینا جیسے کہ خوبصورت جائے نماز، انگوٹھی وغیرہ؛

11۔ طلبہ کو آداب نماز کی طرف متوجہ کرنا اور نماز میں لذت کے حصول کیلئے اقدامات کرنا؛

مندرجہ ذیل نکات پر توجہ کریں:

☆ رکاوٹوں کو دور کرنا (تھکن، بھوک، پیاس، پریشانی وغیرہ)

☆ افراد کو شوق دلانا اور تیار کرنا اور انہیں یہ بتانا کہ نماز مومن کی معراج ہے اور خدا کا شکر ادا کرنا ہے؛

☆ نماز سے پہلے تیاری کرنا، اچھی طرح وضو کرنا اور ماحول کو دعا، مناجات اور خوبصورت ریکارڈنگز سے اثر انگیز بنانا؛

☆ فکر و قلب کی حفاظت کرنا اور گناہوں اور پریشان خیالی سے پرہیز کرنا؛

☆ حضور قلب کا طریقہ سیکھنا جیسے کہ موت کی یاد اور اس طرح کہ انسان اپنی آخری نماز پڑھ رہا ہے؛

☆ خود کو خدا کا بندہ سمجھنا اور رب العالمین کی طرف توجہ رکھنا؛

☆ حرام مال سے پرہیز؛

☆ نماز کی ضرورت کا احساس پیدا کرنا؛

☆ نماز کا ترجمہ سکھانا؛

☆ نماز کے جملوں اور اس کے معنیٰ پر توجہ رکھنا۔

12۔ مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی رپورٹ یا نماز پر مضمون لکھنا؛

13۔طلبہ کے شریک کار بن کر انہیں باری باری اذان دینے کیلئے یا اجتماعی دستہ کی صورت میں، مراسم نماز کی ادائیگی کروانے کیلئے ذمہ داریوں کا تعین وغیرہ؛

14۔پرکشش طلبہ، خوش اخلاق طلبہ کو نماز میں حاضر ہونے کیلئے معلمین کا تشویق دلانا؛

15۔طلبہ کی نمازوں کو صحیح کرنے کیلئے وقت کا انتخاب اور تعین کرنا؛

16۔اسکول میں نماز ڈے منعقد کرنا اور سرگرم طلبہ کو یا کسی طالب علم نے اگر نماز پر کوئی مقالہ، ادبی متن لکھا ہو، شاعری کی ہو یا تصویریں کھینچی ہوں انہیں اسناد و انعامات دیئے جائیں؛

17۔خاص نمازوں کا انعقاد (جیسے کہ مشکلات سے نکلنے کیلئے، حاجت کی نماز، امام زمانہؑ کی نماز وغیرہ)

18۔طلبہ سے نماز کے متعلق ان کی یاداشتیں بیان کروانا؛ مثلاً سب سے پہلی نماز کون سی پڑھی تھی وغیرہ؛

19۔ مخصوص بورڈ بنانا جس میں نماز کے مطالب، اشعار، تصویریں یا کوئی تخلیقی مواد اور نماز کے ہی حوالے سے کلاس میں بورڈ پر لگانے کیلئے مواد میں مقابلہ بازی کو رائج کرنا؛

20۔ نماز کے حوالے سے احادیث کے نمبر وار کارڈز بنانا اور نماز گذاروں کی تعداد کے حساب سے بغیر کسی خاص اوقات کے نماز کے دوران تقسیم کر دینا اور پھر اس کو جمع کرنا اور جس نے سارے کارڈ جمع کیے ہوں اس کو تحفہ و داد آفرین دینا؛

21۔ نماز پڑھنے والے جو منفی شکوک و شبہات اور غلط کردار رکھتے ہوں ان کیلئے سوال و جواب کے سیشن رکھنا؛

22۔اسکول میں رول ماڈل کے طریقے سے فائدہ اٹھانا؛ جیسے کہ:

☆غیر اسلامی علوم کے اساتذہ کے ساتھ نماز میں شرکت؛

☆اثر انگیز سرپرستوں کو نماز جماعت میں شرکت کی دعوت؛

☆پسندیدہ مربیوں کو نماز میں شرکت کی دعوت؛

23۔ نماز میں اولیائے الٰہی اور عرفاء کی سیرت کا بیان؛

24۔ نماز کیلئے سستی اور غیر پسندیدگی کو دور کرنے کیلئے خدا پر توکل اور اس سے مدد طلب کرنا؛

25۔ طلبہ کو نماز کے پابند دوستوں کے ساتھ رہنے اور ہمنشینی کرنے کا شوق دلانا؛

26۔ دنیا کی کم اہمیتی اور اس کے فانی ہونے اور ہمیں یہاں مسافر ہونے کی توضیح دینا؛

27۔ نماز کے پروگرامز میں تنوع رکھنا اور نماز پڑھنے کیلیے جگہ کو تبدیل کرتے رہنا؛

28۔ نماز کے موضوع پر کتاب خوانی کے مقابلے منعقد کرنا؛

29۔ اچھے اخلاق سیکھنے کیلیئے کسی عالم دین سے ملنا

30۔ اسکول میں نماز کا جشن منعقد کرنا اور سرگرم نماز گذاروں کے شوق میں اضافہ کرنا؛

31۔ دلکش، صاف اور خوبصورت نماز خانہ قائم کرنا؛

32۔ اسکول میں نماز کی برکتوں اور اس کے اثرات پر مبنی نمائش منعقد کرنا؛

33۔ نماز کے حوالے سے طلبہ کی تخلیقات (اشعار، کہانیاں وغیرہ) پر مبنی نمائش کا انعقاد اور اس میں انتظامیہ اور والدین کو بھی مدعو کرنا؛

34۔ اسکول میں نماز سے متعلق نصیحت و درس آموز فلم چلانا؛

35۔ اسکول کا مساجد اور نماز جمعہ سے مستقل رابطہ میں رہنا؛

36۔ اسکول میں نماز کے بارے میں دلکش، فائدہ مند مگر مختصر تقریر کرنا؛

37۔ پرنسپل اور اسکول کے اساتذہ کے ساتھ نماز کے برکات و آثار کے موضوع پر گول میز معلومات افزا محفل برپا کرنا۔

38۔ نماز کے پابند طلبہ کیلیئے زیارتی اور سیاحتی پروگرام رکھنا؛

39۔ نماز کے پابند طلبہ کی تصاویر علاقائی مجلات میں چھپوانا؛

40۔ اسکول کے باتھ رومز صاف رکھنا؛

41۔ مختصر اور تیز نماز جماعت برپا کرنا؛

42۔ نماز کو آسان بنانا، یعنی اس طرح عمل کریں کہ طلبہ جبر و زبردستی کا احساس نہ کریں کہ کہیں نماز ان کیلیئے سختی اور پھر سستی کا باعث نہ بن جائے؛

43۔ اسکول انتظامیہ کو پر رونق نماز کیلئے فعال ہونا (انتظامیہ میں سے باری باری نماز جماعت میں شرکت کریں)؛

44۔ طلبہ میں نماز کی تشویق اور ترغیب کیلئے ایک دوسرے سے رابطہ برقرار کرنا؛

45۔ طلبہ کو مکمل نماز کی تعلیم دینا (مقدمات نماز اور نماز جماعت کے آداب وغیرہ)

46۔ ہم فکری کیلئے ایسی میٹنگز رکھی جائیں جس میں مربی حضرات اور سرپرست، طلبہ کے گھر میں اور اسکول میں نماز پڑھنے پر تبادلہ خیال کریں۔

5۔ گناہ سے بچنا (خواہشات سے دوری اور تقوی)

ہدف: طلبہ میں نفسانی خواہشات سے مقابلہ کرنے خود کو کنٹرول کرنے اور پاکیزگی (تقوی) کیلئے قوت دینا

توقعات: ان معیارات سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل کرنا مقصود ہے:

1۔ اپنی خواہشات نفس کو دشمن سمجھنا اور اس کی مخالفت کیلئے بنیاد فراہم کرنا۔

2۔ گناہوں کی شناخت اور ان سے پرہیز؛

3۔ استغفار کرنے والا ہونا اور توبہ میں جلدی کرنا؛

4۔ مستحبات کو انجام دینے اور مکروہات کو ترک کرنے کیلئے تیار رہنا؛

5۔ دوسروں کو بھی پاکیزگی کی تشویق دلانا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: قانون خدا سے مخالفت اور الٰہی فرامین سے انحراف گناہ کہلاتا ہے۔ اسلام کوشش کرتا ہے کہ ایسا انسان تربیت کرے جو روحانی اور جسمانی طور پر صحت مند ہو۔ وہ انسان جو قوانین خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو ان قوانین پر استوار کرتے ہیں تو ایسے لوگ سعادت و خوشبختی و مسرت کی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔ مربی کوشش کرے کہ طلبہ کے فکر و ذہن میں گناہ کو غلیظ اور ناپسندیدہ بنادے اور قوانین الٰہی کے خلاف ہونا باور کرادے۔ اس صورت میں یہ طلبہ صحیح اور درست راہ پر آجائیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: برائیوں سے دوری کرنا نیکیاں انجام دینے سے بہتر ہے۔

نیز ایک جگہ اور فرماتے ہیں: "دین کا مضبوط ڈھانچہ اور مستقل مزاجی، خواہشات نفس کی مخالفت اور دنیا سے دوری کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔"

یعنی انسان کا دشمن ترین دشمن، خواہشات نفس ہے۔

اسی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انسان کا بدترین دشمن خود انسان کے اندر ہے۔"

یعنی سب سے بڑے دشمن یہی نفس امارہ اور سرکش خواہشات ہیں جو ہمارے سب سے قریب ہیں اور ہمارے اطراف میں موجود ہیں۔

آج کے تعلیمی نظام میں اس طرح کے طریقے ہیں کہ جو طلبہ کو نفسانی خواہشات سے دشمنی کرنا نہیں سکھاتے بلکہ ان کے کردار اور اعمال میں زیادہ تر اعمال خواہشات نفس پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے خواہشات کی مخالفت ان کیلئے مشکل ثابت ہوتی ہے اور ان خواہشات سے مخالفت کیلئے وہ خود کو تیار نہیں کرپاتے۔ اسی وجہ سے ضرورت ہے کہ خصوصی طور پر ایسا معیار تعین کیا جائے کہ کام آسان ہو جائے اور مربی اور معلم حضرات اس کیلئے مناسب منصوبہ بندی کریں اور طلبہ کی پاکیزگی اور خود کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کریں۔

عملی طریقے:

1۔ یہ بات کہ خواہشاتِ نفس انسان کی دشمن ہے اور اس کی مکمل پیروی انسان کی کمزوری اور ہلاکت کا باعث بنتی ہے، کی توضیح دینا اور باور کرانا۔

2۔ اس بات کی توضیح دینا کے گناہ نظام خلقت پر حاکم قوانین کی مخالفت ہے اور اس کا نتیجہ بد بختی اور تباہی ہے؛

3۔ اس بات کی توضیح کہ گناہ کی پلیدی سے دنیا و آخرت میں کیا نتائج ملتے ہیں، جیسے کہ:

☆غیبت کرنا اور مردار خوری؛

☆ تکبر اور چیونٹی کی مثال۔۔۔؛

☆ گناہ سے عمر کا کم ہو جانا اور بے برکتی، دعا قبول نہ ہونا، فقر اور سختیوں کا نزول؛

☆بڑے گناہوں کو ترک کرنے کیلئے اہتمام کرنا جیسے جھوٹ بولنا وغیرہ؛

☆روایات میں گناہ گار کی مذمت کو بیان کرنا؛

4۔ گناہ آلود فکر کا مثبت فکر سے موازنہ؛

امام علیؑ فرماتے ہیں: "نیک کاموں کے بارے میں سوچنا، انسان کو اس کے عمل پر ابھارتا ہے۔"

ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں: "جو گناہوں کے بارے میں بہت سوچتا ہے تو یہ عمل اسے گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔"

5۔اس بات کو احسن طریقے سے بیان کرنا کہ تمام موجودات خدا، رسول خدا اور ائمہ معصومین خصوصا امام زمانہ ؑ کے سامنے حاضر اور موجود ہیں؛ جیسے کہ خداوند کریم قرآن میں فرماتا ہے: سورہ علق / آیہ14 ۔ سورہ حدید / آیہ 3 سورہ توبہ / آیہ105
6۔ گناہ کی پلیدی اور نقصانات کو آیات و روایات کی روشنی میں وضاحت سے بیان کرنا؛ امام سجادؑ سے سوال ہوا کہ کیا آپؑ گناہ کے بارے میں سوچتے بھی نہیں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا" نہیں، پوچھا گیا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا: کیا تم اپنے فضلے کو کھانے کے بارے میں سوچ سکتے ہو؟ جواب دیا نہیں۔ حضرت نے فرمایا: ہماری نظر میں گناہ اتنے ہی پلید ہوتے ہیں؛

7۔ طلبہ کو خواہشات کی مخالفت اور گناہ سے دور ہونے کی صورت میں جو قوت اور عقل میں اضافہ ہوتا ہے، کی طرف توجہ دلانا؛

امیر المومنینؑ نے فرمایا: "خواہشات کی مخالفت، عقل کیلئے شفاء ہے۔"

اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی گناہ میں آلودہ ہوتا ہے، وہ یقیناً اپنے عقل کے ایک حصے سے خالی ہو جاتا ہے اور اس حالت کے ساتھ وہ حصہ کبھی واپس نہیں پلٹتا۔"

8۔ دینی تعلیمات اور عبرت آموز واقعات کی طرف توجہ دلانا یعنی جو لوگ دین کی طرف توجہ نہیں کرتے وہ اخلاقی، سماجی اور تہذیبی بدبختیوں میں پھنس جاتے ہیں، جیسے کہ بے دین مغرب کی صورتحال ہے؛

9۔ طلبہ کو محاسبہ نفس کی طرف راغب کرنا؛

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "خود کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب مانگا جائے اور خود کا وزن کرو قبل اس کے کہ دوسرے تمہارا وزن کریں اور خود کو بڑے دن (روزِ قیامت) کیلئے تیار کرو۔"

10۔ طلبہ کو ماحول اور دوستوں کی محفلوں کے اثرات کی طرف توجہ دلانا؛

11۔ عمل اور ردعمل کے قانون (مکافات عمل) کی تشریح و توضیح دینا، مثلاً نامحرم پر نظر ڈالنا، والدین سے بدسلوکی؛

خداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے جیسے کہ: سورہ ابراھیم / آیہ7

امام صادقؑ فرماتے ہیں: "اپنے والدین کے ساتھ نیک اور اچھا سلوک کرو، تمھاری اولادیں تمھارے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کریں گی۔"

12۔ گناہ ترک کرنے کیلئے خراب ماحول میں بھی ترک گناہ کرنے والے بہترین رول ماڈل پیش کرنا، مثلاً حضرت یوسفؑ، ابن سیرین، فرعون کی بیوی وغیرہ؛

13۔ گناہ ترک کرنے کے نتیجے میں ایمان میں اضافہ جو خدا کی طرف سے تحفہ ہوتا ہے، کی طرف توجہ دلانا اور ذہن نشین کرانا؛

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: "جو بھی توبہ کرتا ہے، خدا اسے بخش دیتا ہے اور اس کے بدن کے اعضاء کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گناہوں کو چھپالے؛ زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گناہوں کو پوشیدہ کرے اور جن گناہوں کو فرشتوں نے لکھ لیا ہے وہ اسے مٹادیں۔"

14۔ بہت دقیق توضیح دینا لذّتوں اور اس کی اقسام جیسے کہ جسمی، عقلی، معنوی، خیالی وغیرہ) اور یہ باور کرانا کہ ترک گناہ کی لذت خود گناہ کرنے اور حرام میں ملوث ہونے سے زیادہ ہے، حرام کی لذت حلال کی لذت کو سلب کرلیتی ہے اور سب سے بہترین عمل یہ ہے کہ خدا کے حلال کردہ کام کیے جائیں۔

15۔ گناہگار افراد کو کمزور افراد ظاہر کرنا؛ جیسے کہ "غیبت کمزور کا عمل ہے"، بے حجابی محبت کے فقر میں مبتلا کردیتی ہے، نقل کرنا کمزوری کی نشانی ہے، تکبر دین میں حقارت وذلت کی نشانی ہے وغیرہ۔۔۔؛

16۔ اس بات کی توضیح دینا کہ حلال لذتیں نظام خلقت اور انسان کی طبیعت کے مطابق ہیں؛ مثلاً پھولوں اور باغ کی خوبصورتی سے لذت لینا، حرام لذتوں کی مثال ایسے ہے جیسے کہ دریا کے خلاف تیرنا، یہ انسانی طبیعت کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے؛ اور حیوانی زندگی کی طرح ہے؛

17۔ اسکول میں مناسب شعار و نعروں کی ترویج کرنا؛ سورہ علق 14، اگر خدا سے پلٹو گے تو ہر چیز تم سے پلٹ جائے گی، جوانی میں پاک رہنا پیغمبروں کا شیوہ ہے، وغیرہ؛

18۔ گناہوں کی شناخت اور گناہ سے دوری کیلئے کتابوں کے مطالعہ کی ترویج اور شناسائی، جیسے کہ گناہ شناسی نامی کتاب جو محسن قرائتی کی ہے۔ مرکز فرہنگی کے قرآنی دروس، بازار قائمیہ اصفہان کی انڈرویڈ ایپ، شہید دستغیب کی گناہانِ کبیرہ وغیرہ؛

19۔ استغفار اور توبہ کی روایت ڈالنا / ترویج دینا اور اس بات کی توضیح دینا کہ گناہ ترک کرنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے، احتیاط علاج سے بہتر ہے اور یہ کہ توبہ واستغفار کو تاخیر میں ڈالنے سے کیا خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔

امام علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: گناہ ترک کرنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

20۔ جرم وفساد و گناہ کے باعث ہونے والے واقعات سے مربوط اخبار کے تراشے جمع کریں بشرطیکہ برائی سکھانا اور برائی پھیلانا شمار نہ ہوتا ہو۔

21۔ طلبہ کے گناہ کرنے خود کو جرمانہ کرنے کی تشویق دلائیں، (گناہ اور جرمانہ میں تناسب رکھیں) اور گناہوں سے بچنے کیلئے جیسے غرور و تکبر کسی میں ہو تو اسے دوسروں کے جوتے رکھنے کی، جو بہت فالتو باتیں کرتا ہو اسے استغفار کرنے اور صلوات پڑھنے کی، جو بہت لڑائی جھگڑا کرتا ہو اسے روزہ رکھنے کی، تشویق دلائیں۔

22۔ گناہوں کے حرام ہونے کے فلسفہ اور دلائل سے آگاہ کرنا کہ ہمارے اعمال ہماری شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں اور آئندہ کیلئے ہماری پہچان بن جاتے ہیں؛

23۔ آیات و روایات کی روشنی میں محاسبہ اور مراقبہ کو بیان کریں؛

امام صادقؑ نے فرمایا: "عاقل شخص دن کا کچھ وقت نفس کے محاسبہ اور اسکے بارے میں غور و فکر میں گذارتا ہے۔"

امام کاظمؑ نے فرمایا: "جو ہر روز اپنا محاسبہ نفس نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

24۔ گناہ کے اسباب کو ختم کرنا؛ مثلاً: عورت و مرد کے تنہا رہنے سے اجتناب کرنا، لمبی تنہائی سے پرہیز کرنا، عورت سے بغیر فاصلہ کے بیٹھنے سے اجتناب کرنا، حرام موسیقی سے پرہیز، کھیلوں میں حصہ لینا اور روزہ رکھنا جس سے گناہوں سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔

25۔ طلبہ کو دینی تعلیمات کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے اور غور سے سننے کی ترغیب و تشویق دلانا اور اس بات کی تلقین کرنا کہ جہنمی افراد وہ ہوتے ہیں جو دینی تعلیمات کو اہمیت نہیں دیتے؛

سورہ ملک آیت 10 وہ کہیں گے اگر ہم کو کامیابی کی دعوت دی گئی ہوتی اور ہم نے اس کچھ حصہ ہی سن لیا ہوتا یا ان چند حقیقتوں کے بارے میں ہی سوچ لیا ہوتا جو ہمارے لئے بیان کی گئی تھیں تو ہم آج جلانے والی آگ کے درمیان نہ ہوتے۔

26۔ ہر طالب علم کے خصوصی حصار کو بیان کرنا تاکہ نہ وہ خود اپنے گناہ بیان کریں نہ دوسروں کے؛

ہر ایک کا اپنی حرمت کا حصار ہوتا ہے اور اس میں بغیر اجازت دوسروں کا داخلہ ممنوع ہے۔

تمام طلبہ دوسروں کے ذاتی حرمت کے حصار کے حوالے سے بہت احتیاط کریں۔

27۔ گناہ سے فرار کرنے کے طریقے تعلیم دینا؛ جیسے کہ:

☆ بری عادات (گناہ) کی پلیدی اور غلاظت کے بارے میں عاقلانہ نظر اور توجہ۔ جیسے کہ خیانت، جھوٹ، ناشکری؛

☆ نفس کا حساب کتاب کرنا اور اس کو گناہ کے نقصان دہ اثرات کی طرف توجہ دلانا ، توفیقات سلب ہو جانا اور رحمت الٰہی سے دور ہو جانا۔

☆ ارادہ قوی کرنا؛

☆ خدا سے دعا، ذکر کے ذریعے مدد لینا اور ائمہ اطہارؑ سے توسل کرنا۔

خداوند کریم قران کریم میں فرماتا ہے:

"اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی، تم میں سے ایک بھی پاکیزہ نہیں ہو پاتا؛ لیکن خدا جسے چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے اور خدا سننے والا اور عقلمند ہے۔"

28۔ نیک اعمال وعادات کو زندگی کا حصہ بنالینا؛ جیسے کہ: ہمیشہ نماز جماعت میں شرکت کرنا، نماز شب پڑھنا، اہل قبور کی زیارت کرنا، دعا و توسل وغیرہ؛

29۔ خود کو مثبت کاموں میں مشغول رکھنا اور منفی کاموں سے پرہیز کرنا؛ جیسے کہ دوستوں کے ساتھ مسجد جانا، گھر والوں کے ساتھ بیٹھنا، اسکول کے کاموں میں خود کو مشغول رکھنا؛

30۔ زیادہ سے زیادہ روز آخرت، عذاب، گناہ وغیرہ کے بارے میں کتابیں پڑھنا؛

31۔ خراب ماحول اور برے دوستوں کے ساتھ بیٹھنے، آنے جانے سے پرہیز کرنا؛

32۔ خود اپنے اندر موجود تحریک دینے والے اسباب کو خود سے دور کرنا؛

33۔ گناہ سے دوری کیلئے اور اپنے اعمال کو مستقل محاسبہ میں رکھنے کیلئے خدا سے وعدہ کریں؛

34۔ خداوند متعال سے مدد، استعانت کی درخواست کرنا؛

35۔ طلبہ کو نصیحت کرنا کہ مومن اور صحت مند روح سے دوستی کریں اور میل جول رکھیں۔

36۔ طلبہ میں ترک گناہ کیلئے ارادہ قوی کرنے کے طریقے بیان کرنا؛ جیسے کہ خود تلقینی، دوسروں سے مقابلہ نہ کرنا؛

37۔ طلبہ کو تشویق دلانا کہ اسلامی انجمنوں، مساجد، گروپس وغیرہ میں شرکت کریں؛

38۔ گناہ کے موضوع پر کتاب خوانی کے مقابلے کرانا؛

39۔ گناہگاروں کو توبہ کی ترغیب اور تشویق دلانا؛ جیسے کہ کہیں خدا توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے؛

40۔ طلبہ کو علماء اور متقی افراد سے ملاقات کروانا۔

41۔ ٹائم ٹیبل بنانا اور فراغت کے اوقات کو مثبت سرگرمیوں سے پُر کرنا؛

42۔ طلبہ کو توجہ دلانا کہ وہ کس کے کردار و گفتار سے نامطمئن ہوتے ہیں، بس پھر خود ان صفات سے دوری اختیار کریں۔

43۔ غرائز و شہوات کو بھڑکانے و تحریک کرنے والے عوامل و اسباب جیسے کہ فلمیں، تصویریں، مبتذل (حقیر، معمولی، عامیانہ) کتب وغیرہ کو دور کرنا؛

44۔ طلبہ کو نماز و روزہ کی ترغیب و تشویق دلانا اور توجہ دلانا کہ کس طرح نماز و روزہ برائیوں سے دور رکھنے کی طاقت دیتے ہیں؛

45۔ نفسانی خواہشات کے نتائج پر تفکر و تدبر پر زور دینا؛

جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "اِذا هَمَمتَ بِأَمرٍ فَتَدَبَّرعاقِبَته۔"

46۔ شیطانی چالوں اور بہکاووں کی تشریح کرنا اور ان سے مقابلہ کیلئے طریقے واضح کرنا، اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ شیطان ہر لحہ ہر قدم پر موجود ہے؛

☆ برے کاموں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے: سورہ عنکبوت 38، سورہ محمد 48

☆ خوف و وحشت پیدا کرنا: سورہ آل عمران 175

☆ کینہ و دشمنی پر ابھارتا ہے: سورہ مائدہ 91

☆ فقر و ناداری سے ڈراتا ہے: سورہ بقرہ 267

☆ وعدہ توڑنے والا ہے: سورہ ابراہیم 22

☆ تبذیر! شیطانی دھوکہ: سورہ اسرا 27

☆ خدا کی یاد سے دور رکھنا: سورہ انعام 68

☆ کاموں کی توجیہات دینا: سورہ اعراف 21

ان باتوں پر توجہ کرنا جیسے کہ قرآن نے شیطان کا تعارف کرایا ہے کہ، شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔(سورہ اسراء 53)

اسی لیے انسان شیطان کے مقابلے پر کچھ ذمہ داریاں اور فرائض رکھتا ہے جیسے کہ قرآن نے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

☆اس کے راستے اور اس کی پیروری سے اجتناب: سورہ بقرہ 208

☆اس سے دشمنی اور عداوت رکھنا: سورہ فاطر 6

☆ایسی جگہوں سے دور رہنا جہاں حتماً شیطان موجود ہوتا ہے جیسے نامحرم کے ساتھ تنہائی

☆اس کے احکام کے خلاف چلنا: سورہ یاسین 60

☆خدا سے پناہ اور مدد کی درخواست: سورہ فصلت 36

47۔ طلبہ کی عزت نفس اور کرامت نفس کو طاقت دینا؛

روایات میں آیا ہے: جو بھی خود کو عزت دیتا ہے، شہوتیں اس کے نزدیک ذلیل ہو جاتی ہیں۔

6۔ شرم وحیااور عفت

ہدف: شرم وحیااور عفت کو طلبہ کی شخصیت کا حصہ بنادینا

توقعات: ان معیارات کو اجراء کر کے طلبہ درج ذیل مقاصد تک پہنچ سکیں گے ؛

1۔ مناسب لباس؛

2۔ محرم ونامحرم کی حدود کا خیال رکھنا؛

3۔ حیاء کے بارے میں دلیل رکھنااور اس کا دفاع کرنا؛

4۔ بے حیائی کے اسباب وعوامل سے پرہیز کرنا؛

5۔ بولنے میں، سننے میں اور چال چلن میں حیاء کا خیال رکھنا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں:

انسان کے کردار میں حیاء کا بنیادی اور کلیدی کردار ہے۔ جیسے کہ روایات میں ہے:

امام علیؑ نے فرمایا: "حیاء تمام نیکیوں اور خوبیوں کی چابی ہے۔"

یعنی تمام نیکیوں کا منشاء ومقصد حیاء ہے۔ لہذا اگر یہ صفت طلبہ میں قوی ہو جاتی ہے، امید کی جاسکتی ہے کہ طلبہ تمام خوبیوں اور نیکیوں تک رسائی حاصل کر لیں گے اور اگر بے حیائی میں مبتلا ہو گئے، تو تمام برائیاں جیسے کہ بد دیانتی، بے ایمانی وغیرہ کے اسباب فراہم ہو جائیں گے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے جس میں ایمان اور حیاء کو ایک دوسرے سے متصل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

امامحمد باقرؑ فرماتے ہیں: "حیاوایمان یک جان دو قالب ہیں، جب ان دو میں سے ایک بھی چلا جائے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔"

حیاء کا اخلاقی فضائل سے ربط وتعلق:

1۔ اعمال کی پاکیزگی: امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: "عفت کے وسیلے سے اعمال پاکیزہ ہوتے ہیں۔"

2۔ عزت و بڑائی: امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:" جس کو بھی عفت و پاکیزگی عطا ہو گئی، عزت و سربلندی اس کے ساتھ ہو گی۔"

3۔ ایمان کی طاقت: امام صادقؑ فرماتے ہیں: جس کے پاس حیاء نہ ہو اس کے پاس ایمان بھی نہیں ہو تا۔"

امام باقرؑ فرماتے ہیں:" حیاء اور ایمان دو ساتھی ہیں، جب بھی ان میں سے ایک چلا جائے تو دوسرا بھی اس کے پیچھے چلا جاتا ہے۔"

4۔ عقل کی قوت: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:" عاقل کی خصوصیت یہ ہے کہ حیاء اس سے ہر گز دور نہیں جاتی۔"

5۔ بیکار خواہشات کو ختم کرنا: امام علیؑ فرماتے ہیں:"جو پاکدامنی کی زینت سے آراستہ نہیں ہو تا اس کی مطلوبہ خواہش پوری نہیں ہوتی اور نہ ہی مطلب حاصل کر سکتا ہے۔"

6۔ قناعت: امام علیؑ فرماتے ہیں:" قناعت عفت و پاکدامنی کے اثرات میں سے ہے۔"

7۔ نیک صفات: امام علیؑ فرماتے ہیں: جو اپنے اعضاء و جوارح کو پاک رکھتا ہے، اس کا کردار اور اخلاق نیک ہو جاتا ہے۔"

عملی طریقے:

1۔ آیات و روایات کی بنیاد پر حیا و عفت کی تصویر کشی اور وضاحت؛ جیسے کہ روایت ہے، باحیا شخص فرشتوں کے مقام کے نزدیک ہو تا ہے۔

امام علیؑ نے فرمایا:" ایسا مجاہد جو راہِ خدا میں شہید ہو جائے، اس کا اجر اس سے زیادہ نہیں ہے جو گناہ کرنے پر قادر ہو مگر گناہ نہ کرے۔ بہت قریب ہے ایسا پاکیزہ شخص جو ملائکہ میں سے ایک ملک ہو۔"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:" حیا تمام نیکیوں کی چابی ہے۔"

2۔ اس بات کی توضیح دینا کہ حیا انسان کے ایمان کی نشانی ہے اور اس کا خوبصورت ترین لباس ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:" آدمی میں حیا کی کثرت، اس کے ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔"

اسی طرح فرماتے ہیں:" دین کا خوبصورت ترین لباس حیا ہے۔"

3۔ حیاوعفت کے دنیوی واخروی آثار وبرکات کا بیان؛ جیسے کہ حیا عزت و سربلندی کا باعث بنتی ہے۔

اسی لئے حدیث میں فرمایا ہے: "جس کو بھی عفت و قناعت کا تحفہ مل گیا، عزت و سربلندی اس کا حصہ بن جاتی ہے۔"

4۔ بے حیائی کے دنیاوی اور اخروی منفی نتائج اور اثرات؛ جیسے کہ رسالوں و میگزینز میں داستانیں سنانا وغیرہ، جیسے کہ:

☆ خاتون کی بے حیائی سے اس کی شخصیت کی تباہی

☆ اندرونی سکون ختم ہو جانا

☆ پریشانی اور فحاشی کا بڑھ جانا

☆ شیطان کے ساتھی بن جانا

☆ پست افراد کی طرف سے تکلیف اور آزار اٹھانا

☆ روحانی اور باطنی کمال میں رکاوٹ آجانا

5۔ حیاو گناہ کے ترک کے ربط کی وضاحت دینا؛ جتنا زیادہ حیا بڑھتی جائے گی، گناہ کم ہوتے جائیں گے۔

6۔ خدا کے حاضر و ناظر ہونے کے احساس کو قوی کرنا؛

7۔ اس بات کی وضاحت دینا کہ حیا زندگی کی خوبصورتیوں کی طرف جانے کا وسیلہ ہے۔ امام علیؑ نے فرمایا: "حیا تمام خوبصورتیوں کی طرف جانے کا سبب ہے۔"

8۔ حیا کا شرمیلے پن اور اعتماد کی کمی سے فرق ہونے کی وضاحت دینا؛

حیا کا مطلب حرام کاموں اور قابل مذمت امور کو انجام دینے سے شرم کرنا ہے جو کہ تمام عورتوں اور مردوں کیلئے شرعی، عقلی اور عرف عام میں پسندیدہ ہے۔ حیا اور شرم کا کم ہمتی خوف اور بودے پن سے فرق ہے، کیوں کہ بوداپن اکثر قابل مذمت کاموں اور واجبات کی انجام دہی سے تعلق رکھتا ہے دینی کاموں کو کرنے میں شرم کرنا یا حرام سے بچنے میں شرم کرنا بوداپن ہے، بلکہ مسلمان اپنی حیثیت اور کرامت کو گنوائے نہیں اور اس کی ہر طرح سے حفاظت کرے یہ دینی حیاء ہے۔ مثلاً غسل جنابت کی انجام دہی میں شرم کرنا۔۔۔

9۔ اس بات کو بیان کرنا کہ بے حیائی طلب علم میں رکاوٹ بن جاتی ہے؛ (دنیا کی معتبر تعلیمی اداروں میں لباس کے قوانین بیان کریں)

10۔بے حیائی کا سبب بننے والے عوامل سے پرہیز کرنا؛ مثلاً بے ہودہ فلمیں، عاشقی ناول وافسانے وغیرہ

11۔رعایت حیا اور منافع کی تلاش؛ ایسا کہ سب سے برے لوگ بھی شادی کے وقت پاکیزہ لڑکیوں کی تلاش کرتے ہیں۔

12۔ظاہری حالت اور مناسب پوشاک پر تاکید کرنا اس دلیل کے ساتھ کہ ظاہر کا باطن پر اثر ہوتا ہے؛

13۔باحیا اور بے حیا افراد کی خصوصیات میں موازنہ کرنا؛ مثلاً باحجاب وبے حجاب (طلبہ کی مدد سے)

14۔حیاوعفت سے بتدریج خارج ہونے پر توجہ دینا؛ مثلاً سب سے پہلے چادر اتارتی ہیں، پھر اسکارف کو کم کرتی ہیں اور پھر۔۔۔

15۔طلبہ سے حیاوحجاب کے بارے میں اشعار کہنے، ادبی متن یا مختصر مقالہ لکھنے، تصویریں یا فلم و انیمیشن تیار کرنے کی درخواست کرنا۔

16۔طلبہ سے حیا کے مظاہر بیان کروانا (بے حیائی کے مظاہر نہیں)؛ مثلاً والدین کے سامنے پیر نہ پھیلانا، نامناسب آواز سے استاد کو نہ پکارنا، آنکھ کی حیا یعنی کہ ہر چیز کو نہ دیکھنا، کان کی حیا یعنی ہر آواز کو نہ سننا، خدا سے حیا کرنا، خاندان اور دوستوں میں حیا وغیرہ۔۔۔

17۔بچوں کے سامنے والدین کا آپس میں قریبی تعلق رکھنے میں اعتدال رکھنا؛ (تاکہ بچوں میں ایسے احساس پیدا نہ ہوں)

19۔والدین کا نادرست امور میں جستجو کرنے سے دور رہنا؛ (مثلاً والدین کا آپس میں نامناسب روابط سے پرہیز کرنا، بے ہودہ فلمیں، ڈش اور انٹرنیٹ پر۔۔۔)

20۔ عمومی احساسات اور قومی و دینی غیرت کو بڑھاوا دینا اور یہ بتانا کہ یہ دشمن کی چالیں ہیں تاکہ معاشرے کو بے حیا بنادیں؛ (مثلاً اندلس کی تاریخ جس میں دشمن نے معاشرے میں بے حیائی اور جنسی تحریک کو فروغ دیا اور یوں ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا)

21۔ قومی تہذیب وثقافت اور تاریخی روایات کے مطابق لباس وچادر اور حجاب کی تاریخ بیان کرنا؛

22۔ان امور کو بیان کرنا جس میں خدا اپنے بندے کی نسبت حیاوشرم کرتا ہے؛ مثلاً خانہ کعبہ کے زائر کو عذاب کرنے سے یا اس جوان پر عذاب کرنے سے جس نے جوانی میں خدا کی خاطر آنسو بہائے ہوں وغیرہ۔۔۔

23۔اس بات پر توجہ دینا کہ خواتین کی سب سے اہم ترین ضرورت، "حیاوعفت" ہے؛

24۔دائرۂ حرمت کا خیال رکھنا؛ جیسے کہ استاد وشاگرد کا ایک دائرہ اور بے حیائی کے اسباب وعوامل سے پرہیز۔۔۔

25۔باحیا فرد کی تعریف، تمجید اور تشویق؛ (مثلاً اس کو متوجہ کرنا کہ تم خدا کی توجہ کے مستحق ہو)

26۔ حیا کی نمائش منعقد کرنا جس میں طلبہ ادبی متن، مقالے، اشعار وغیرہ لے کر آئیں؛

27۔ فرداً فرداً گفتگو کے ذریعے نصیحت اور آگاہی وڈراوے؛

28۔ گڑیا گڈے کی شادی کرنا جس میں حیا و عفت کو دکھایا جائے۔

7۔ سچائی اور امانت داری

ہدف: سچائی اور امانت داری کو طلبہ کی ذات کا حصہ بنا دینا۔

توقعات: اس اصول کے ذریعے طلبہ کو جس منزل تک پہنچانا ہے وہ یہ ہیں:

1۔ سچائی؛

2۔ جھوٹ بولنے سے خوش نہ ہوں خواہ ان کے لئے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو؛

3۔ وعدہ وفائی؛

4۔ اس کام کی ذمہ داری لیں جسے اچھے طریقے سے انجام دے سکیں۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں:

طبیعت اور خلقت کی بنیاد حقیقت اور سچائی پر استوار ہے۔ لہذا تمام جہانِ موجودات میں صداقت، صراحت اور حقیقت جاری و ساری ہے۔ ہر چند کہ دنیائے ظاہر میں تضادات اور تعارض نظر آتے ہیں، مگر جھوٹ اور خیانت کہیں بھی وجود نہیں رکھتے۔ لیکن یہ انسان ہے جو حق و باطل کو ملا دیتا ہے اور برعکس دکھاتا ہے اور اپنی زندگی کو جھوٹ اور فریب پر قرار دیتا ہے۔ کیونکہ جھوٹ آسان ہوتا ہے لہذا زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کہ جھوٹ پاک فطرت کے خلاف ہوتا ہے اور انسانی فطرت سے میل نہیں کھاتا۔ جھوٹ و فریب، خداوند متعال کے ساتھ دشمنی اور رقابت کا مصداق ہے۔

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں: جُعِلَتِ الْخَبَائِثُ كُلُّهَا فِي بَيْتٍ وَ جُعِلَ مِفْتَاحُهَا الْكَذِبَ

ایک اور حدیث میں ہے کہ: حسن بن محبوب نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت سے پوچھا: کیا مومن انسان بخیل ہو سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: ڈرپوک بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے پوچھا: مومن جھوٹ بولتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: مومن جھوٹ نہیں بولتا اور امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ پھر حضرت نے مزید فرمایا: ممکن ہے مومن ہر طرح کی رذیلہ اور بری صفات کا حامل ہو، مگر خیانت کار اور جھوٹا نہیں ہوتا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: بندہ ایمان کی لذت کو چکھ نہیں سکتا، مگر یہ کہ جھوٹ کو، ہر چہ کہ مذاق میں یا سنجیدہ، ترک کر دے۔

لہذا طلبہ میں اس صفت کو دور کرنا اور صداقت و سچائی کو قوی کرنا ان کو برائیوں اور پلیدیوں سے دور رکھنے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے علاوہ یاد رہے کہ سچائی انسان کے سکون اور نجات کا سبب ہوتی ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: "سچا انسان نجات اور بڑائی کی منزل پر ہوتا ہے اور جھوٹا آدمی خواری اور ذلت کی کھائی کے دہانے پر ہوتا ہے۔"

صداقت سے مقصود صرف سچ بولنا نہیں ہے، بلکہ گفتگو میں صداقت کے علاوہ کردار میں بھی سچائی ہونی چاہیے۔

کردار میں صداقت کی دو قسمیں ہیں:

1۔ کام میں انہماک رکھنا

2۔ درست، صحیح اور کامل طریقے سے کام انجام دینا۔

سچائی اور صداقت کا اخلاقی فضائل سے تعلق

آیات و روایات سے پتا چلتا ہے کہ صداقت اور سچائی اخلاقی فضائل کا منشاء و مراد ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے کہ اگر انسان کے اندر رسوخ پیدا کرلے تو وہ اس کی ذات کا حصہ بن جاتی ہے اور پھر تمام اخلاقی فضائل اس کے پیچھے پیچھے حاصل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے 7 سوال کیے کہ ایسا کیا کروں کہ گناہ نہ کرسکوں؟ حضرت نے فرمایا: جھوٹ سے پرہیز کرو۔

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں: سچائی ایسا وصف ہے جس سے تمام علم و عمل کے فضائل یکجا ہو جاتے ہیں۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی صداقت کی صفت رکھتا ہو اور عفت و حیا، شجاعت، حکمت اور عدل نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ انسان اعتقادات و اقوال اور عمل کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتا۔ جس وقت انسان یہ اصول بنالے کہ سوائے سچائی کے کچھ نہیں کہے گا، مجبوراً یہ تین صفات خود بخود اس کی ذات کا حصہ بن جائیں گی۔ یعنی ایسا عمل ہی انجام نہیں دے گا جو کہتا ہے مگر یہ کہ اس پر اعتقاد رکھتا ہو وگرنہ جھوٹ فریب میں شمار ہو جائے گا۔

اسی وجہ سے اگر سچائی اور صداقت انسان کی ذات کا حصہ بن جائے تو اس سے حاصل ہونے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ وعدہ وفائی: سچائی کے معیارات میں سے ایک وعدہ وفائی ہے اور ذمہ دار افراد کی نشانی ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے: (سورہ احزاب / آیت 23)

2۔ امانت داری: سچائی کی نشانیوں میں سے ایک امانتداری ہے۔

3۔ تمام امور میں اصلاح کرنے والا: حدیث میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: صداقت و سچائی ہر برائی کی اصلاح کرنے والی جبکہ جھوٹ ہر نیکی وخوبی تباہ کرنے والا ہے۔

4۔ انسان کے اعمال کی اصلاح: خدا فرماتا ہے: اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو، تقوائے الٰہی اختیار کرو اور حق بات کہو یہاں تک کہ خدا تمہارے کاموں کی اصلاح کر دے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے۔

عملی طریقے:

1۔ آیات و روایات میں صداقت اور سچائی کے آثار دقیق انداز میں وضاحت کرنا:

☆ صداقت و سچائی کے مختلف زاویوں سے معنیٰ بیان کرنا

☆ صداقت کے دنیوی و اخروی یا مادّی و معنوی اثرات کو بیان کرنا (سورہ مائدہ 119)

☆ جھوٹ کے نتائج کو بیان کرنا (سورہ حج 30- سورہ نحل 105- سورہ بقریہ 197۔ سورہ زمر 3- سورہ آل عمران 61- سورہ نور 7)

☆ جھوٹ کے حرام ہونے کا فلسفہ بیان کرنا

☆ سچائی کی خوبصورتی اور جھوٹ کی غلاظت کو بیان کرنا

☆ جھوٹ کے مواقع کو بیان کرنا اور اس کا مبالغہ، توریہ سے موازنہ کرنا

☆ مصلحت آمیز جھوٹ کے مواقع کو دقیق انداز سے واضح کرنا

☆ روایات کی بنیاد پر جھوٹ کے جائز ہونے کے مواقع کو دقیق بیان کرنا

☆ نقل، چاپلوسی کی جھوٹ (باتوں میں- کردار میں- لکھنے میں- اشارہ کنایہ میں) سے مماثلت اور یہ کہ چاپلوسی جھوٹ کی ہی ایک قسم ہے

☆ جھوٹ کے درجات بیان کرنا (خدا، پیغمبر و اہلبیتؑ پر جھوٹ باندھنا) ماہ رمضان میں روزہ باطل ہونا

2۔ صداقت اور سچائی کی رسم و روایت سازی:

☆سچ بولنے سے روحانی اور نفسیاتی سکون پیدا کرنا اور حق بیان کرنے کے خوف کو دور کرنا

☆جھوٹ بولنے کے اسباب کو ختم کرنا (مثلاً طلبہ کو کام نہ دینا جو اس کی استطاعت سے باہر ہو یا مناسب مہلت دینا یا کبھی استاد یا والدین صحیح بات جانتے ہیں لیکن بچے کو شرمندہ یا اس کی تحقیر کرنا، اس سے ایسے سوال پوچھنا کہ بچہ مجبور ہو جائے کہ اپنے بچاؤ کیلئے جھوٹ کا سہارا لے)

☆مربیوں کے گفتار و کردار میں صداقت و سچائی کی پاسداری (خواہ ظاہراً کتنا ہی مصلحت کے خلاف ہو)

☆طلبہ کے درمیان سچے اور کھرے بزرگان کے نمونے پیش کرنا جیسے کہ حضرت ابوذر (اور ان کے واقعات بیان کرنا)

☆سچ بولنے پر سزا کمی کرنا

☆سچ بولنے پر طلبہ کی حوصلہ افزائی

☆ماحول کو پاک رکھنا (اسکول کا ماحول جھوٹ اور دغابازی سے دور ہو)

☆طلبہ سے مربوط رہتے ہوئے انصاف کی خیال رکھنا

☆عفو، بخشش اور معافی (بعض اوقات ضروری ہے کہ طلبہ کی غلطیوں کو معاف کر دیا جائے)

3۔ طلبہ سے محدود توقعات رکھیں (یہ نہ چاہیں کہ طلبہ آپ کی تمام توقعات پر پورا اتریں گے)

4۔ اس بات کی وضاحت کرنا کہ اگر سچ بولنے پر فائدہ نہیں ہو گا تو خدا اس کا نعم البدل دے دیتا ہے؛ سورہ علق 14، خدا اعمال کو دیکھنے والا ہے اور اگر سچ بولنے پر کسی وقت کوئی فائدہ ہاتھ سے نکل جائے تو خداوند متعال قطعاً اس کا جبران کرتا ہے۔ سورہ انعام 160

5۔ اس بات کی وضاحت کرنا کہ خدا کوشش پر اجر دیتا ہے نہ کہ استعداد پر، پس جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی؛

اور انسان کے بس میں سوائے کوشش کے کچھ اور نہیں۔ القرآن

6۔ اس بات کی وضاحت دینا کہ کمزور لوگ جھوٹ بولتے ہیں؛ جو طاقت رکھتا ہے وہ اپنی غلطیوں کو قبول کرتا ہے۔ لیکن جو ناتوان ہوتے ہیں، اپنی غلطی قبول کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اور مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں۔

7۔اس بات کی وضاحت کہ جھوٹ کوئی بھی بولے برا ہے، اور محترم شخص بولے تو زیادہ برا ہے؛ امام صادقؑ فرماتے ہیں:" اے شیعوں! ہماری زینت بنو ہماری ذلت وشکایت کا باعث نہ بنو، لوگوں سے اچھی بات کرو، اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور اس کو زیادہ روی اور بری بات کرنے سے باز رہو۔"

کیونکہ ہم شیعہ اہل بیتؑ سے وابستہ ہیں، اگر ہم سے گناہ دیکھیں گے تو دین کو اہمیت نہیں دیں گے۔

8۔ مدرسہ میں مختلف طریقوں سے جھوٹ اور جھوٹ بولنے کی تحقیر کریں؛ جیسے کہ طنز، کارٹون، شعر، بورڈ سلپے، بروشرز وغیرہ

9۔ خبردار کرنا کہ جھوٹ کی تکرار سے یہ عادت بن جاتا ہے اور عادت، انسان کی شخصیت میں بدل جاتی ہے؛

10۔ فوراً کسی کے جھوٹ پر اسے نہ ٹوکنا بلکہ الفاظ کا محتاط استعمال کرنا؛(جیسے اگر کوئی جھوٹ بولے تو فوراً نہ کہیں کہ جھوٹ بول رہے ہو؛ بلکہ کہیں کہ: آپ شاید غلطی کر رہے ہیں)

11۔اس بات کی وضاحت کہ جھوٹ بولنا حرام ہے، لیکن ہر سچ بولنا بھی ضروری نہیں ہے؛ سورہ نحل 116

12۔ طلبہ پر ایک منطقی اعتماد رکھنا؛

13۔ جھوٹ کم کرنے کیلئے ہفتہ وار مشق؛ مثلاً کسی ایک دن کو پاکیزہ گزارنے کا عہد یعنی ایک دن بغیر جھوٹ کے

14۔ وہ طلبہ جو جھوٹ پر مبنی یاداشتیں رکھتے ہیں اس کو لکھیں اور کلاس میں بغیر نام لئے سنائیں؛

15۔ اسکول کے قوانین اس طرح کے نہ ہوں جو جھوٹ بولنے کا سبب بنیں؛

16۔ جھوٹ سے ناراضگی کا اعلام کرنا(چاہیے کہ بچے کو سمجھائیں کہ جھوٹ کی وجہ سے ناراض ہوں)؛

17۔ اس بات کی وضاحت کہ سچ بولنے سے محبت پیدا ہوتی ہے؛

18۔ اس بات کی وضاحت کہ صداقت اور سچائی سے انسان پر اعتبار بڑھ جاتا ہے اور اس کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے؛ اس کے باوجود کہ صداقت اور سچائی خود فضیلت ہے، دوسری انسان فضیلتوں کا سبب بھی ہوتی ہے۔ امام علیؑ سے روایت میں ہے کہ:" سچائی، انسان کی خوبصورتی کا سبب ہے اور اور ایمان کی بنیادوں میں سے ہے۔"

19۔ ان لوگوں پر توجہ جو محنت اور مشقت سے اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں؛

20۔ آیات وروایات کی بنیاد پر کاموں میں ایمانداری اور مہارت سے اس مسئلہ کی دقیق وضاحت؛ جیسے کہ:

☆مہارت کے دقیق معنیٰ اور اس کے زاویئے؛

☆کاموں میں ایمانداری اور مہارت کے دنیوی واخروی یامادی ومعنوی آثار؛

☆سستی وکاہلی اور غفلت کے دنیوی واخروی یامادی ومعنوی نتائج؛

21۔روزمرہ کاموں میں مہارت کے مراحل کوڈیزائن کرنا؛

22۔کاموں میں ایمانداری اور مہارت کیلئے ماحول بنانا؛

☆ماہر وتجربہ کار افرد کولوگوں اور طلبہ میں بطور رول ماڈل پیش کرنا؛

☆طلبہ کے ان کے کاموں میں مہارت وایمانداری کی تشویق کرنا؛

☆طلبہ کے سامنے ایسے علماء اور دانشوروں کوبطور رول ماڈل پیش کرناجو ایمانداری اور زندگی مہارت کے ساتھ گزارتے ہیں۔جیسے امام خمینی

23۔ایسے افراد کی حوصلہ افزائی کرناجو اپنے وعدے وفا کرتے ہیں؛

24۔کاموں کومہارت سے انجام دینے کی تربیت دینا؛

25۔ایسے اسباب کودور کرناجو بے نظمی پیدا کریں اور مہارتوں میں رکاوٹ بنیں۔

26۔طلبہ کے اسائنمنٹ کی دقیق جانچ کرناتاکہ ان کے سیکھنے کی جستجو میں رکاوٹ نہ بنیں۔

8۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہدف: طلبہ میں دوسرے افراد کے نسبت احساس مسؤلیت پیدا کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو ان کی ذات کا جز بنا دینا۔

توقعات: ان اصولوں کے ذریعے طلبہ کو مندرجہ ذیل مقام تک پہنچانے کی کوشش ہے:

1۔ ارد گرد کے حالات وماحول سے لاتعلق نہ رہنا؛

2۔ دوسروں کو دردمندی کے ساتھ تذکر دینا؛

3۔ منکرات کو پہچاننا اور درست موقع پر اس سے منع کرنا؛

4۔ دوسروں کو نیک اور خیر کے کاموں کو کرنے کی دعوت دیتے رہنا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: اس اصول کی مرکزی حیثیت سمجھنے کیلئے یہ حدیث ہی کافی ہے، امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: "تمام نیک کام جہاد کے مقابلے پر سمندر کے قطرے کی طرح ہیں اور تمام نیک کام جہاد سمیت امر باالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلے پر سمندر کے قطرے کی طرح ہیں۔"

ایک اور روایت میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پیغمبروں اور پرہیز گار لوگوں کا شیوہ اور روش ہے اور اتنا بڑا واجب ہے کہ دوسرے واجبات اس کی بنیاد پر ادا کیئے جاتے ہیں۔ راستے پر امن ہوتے ہیں، کسب و درآمد حلال ہو جاتے ہیں اور غصب ہوئے حقوق واپس ہو جاتے ہیں، زمین آباد ہوتی ہے اور (بغیر ظلم کئے) دشمنوں سے حق لیا جاتا ہے اور کام و امور اپنے نیک انجام کو پہنچتے ہیں۔

امام حُسینؑ فرماتے ہیں: اے لوگو! نصیحت حاصل کرو جو خدا اپنے بندوں کو عبرت کیلئے دکھاتا ہے۔ اور فرماتے ہیں: مومن مرد و عورتیں ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں، جو نیک اور اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے اور ناپسندیدہ کاموں سے روکتے ہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا دوسرے فرائض سے ربط

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: إِنَّ الأَمرَ بِالمَعروفِ و النَّهيَ عَنِ المُنكَرِ سَبيلُ الأنبياءِ ، و مِنهاجُ الصُّلَحاءِ ، فريضَةٌ عَظيمَةٌ بِها...

عملی طریقے:

1۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی آیات و روایات کی روشنی میں مختلف زاویوں سے وضاحت؛

امر بالمعروف و نہی عن المنکر بہت بڑے واجبات میں سے ہے کہ اس کے باعث دوسرے واجبات ادا کیئے جاتے ہیں۔ اس ذمہ داری پر عمل کرنا ہر ایک پر واجب ہے اور کوتاہی صورت میں خطرناک نتائج دنیا و آخرت میں سامنے آتے ہیں۔

2۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صحیح تعریف پیش کرنا؛(جیسے کہ گریبان پکڑ لینا اور نہی عن المنکر میں فرق)

معروف تمام نیک کاموں کو کہا جاتا ہے اور منکر برے اور ناپسندیدہ کاموں کو۔

3۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے دنیوی اور اُخروی آثار و برکات کو بیان کرنا؛ جیسے کہ:

☆ روحانی اور معنوی درجات اور خدا کی طرف سے عنایات؛

☆ فرد اور معاشرے کا رشد و تکامل؛

☆ انسان کی عمر کا طولانی ہو جانا؛

☆ معاشرے کی اصلاح اور ماحول کا مثبت و تعمیری ہو جانا۔

تاریخ کسی کا خیال نہیں کرتی یعنی تاریخ کی غیر جانبداری کو بیان کرنا جیسے مختلف اقوام اور معاشرے تباہ ہوگئے۔ امام علیؑ فرماتے ہیں: تمہارے پچھلے (یہودی اور عیسائی) اس وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ لوگ گناہ کرتے تھے مگر علماء اور دانشور ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

جیسے کہ امام حُسینؑ کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا اور آج ہمارے معاشرے میں برائیوں کا فروغ، جس کا سبب والدین کا اس واجب سے رُک جانا ہے، پہلے والدین ٹوکتے تھے تو برائیاں عام نہیں تھیں، آج زیادہ ہیں۔

5۔ معاشرے یا اجتماع کے فائدے کو فردی فائدے پر ترجیح دینے کو وضاحت دینا؛

6۔ کاموں کی فضیلت کی بنیاد پر درجہ بندی کرنا جیسے کہ یہ کہنا کہ اچھے کام ہر خوبی سے اچھے ہیں، آپ طلبہ سے بھی زیادہ بہتر اور پسندیدہ؛

7۔ طلبہ کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کیلئے فردی اور گروہی صورت میں فعال کرنا، جیسے کہ: طلبہ سے سوال کریں کہ اگر گناہ ہوتے ہوئے دیکھو اور تمہارے پاس 30 سیکنڈ کا وقت ہو، کس طرح نہی عن المنکر کروگے؟ یا طلبہ کے گروپ بنادیں اور ہر گروپ طریقے بیان کرے۔ مثلاً سگریٹ چھوڑنے کیلئے کس طرح سے نصیحت یا مشورہ دیں گے؟

8۔ طلبہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے موضوع پر انشاء یا مضمون لکھوانا؛

9۔ طلبہ اور استاد مل جُل کر کوئی کہانی بنائیں (جیسے کہ ایسے شہر کی کہانی بنانا جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتا)

10۔ طلبہ کے توسط سے خود ان کی کلاس کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حوالے سے رپورٹ بنانا۔

11۔ طلبہ اور اساتذہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اس کی روشوں کے حوالے سے اپنی یاداشتیں اور تجربات بیان کریں؛

12۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نام سے ایک مہینہ یا ایک دن مشخص کرنا؛

13۔ فلم یا داستان گوئی کے ذریعے طلبہ کو منکرات و مضرّات کے نتائج یا پیغامات سے آشنا کرنا؛

14۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کامیاب ماڈلز کی نمائش منعقد کرنا جیسے کہ ابوذر غفاری، بہلول یا جدید ماڈلز

15۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنے والوں پر لطیفے بنانا یا طنزیہ مواد تیار کرنا؛

16۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں احادیث بیان کرنا؛

17۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلئے مراحل کی تربیت دینا (روزمرہ کے معروفات سے)

18۔ منفی امور کی ممانعت کے کام میں مناسب متبادل فراہم کرنا۔

9۔ علم کی اہمیت اور عالم کا احترام

ہدف: طلبہ میں علم حاصل کرنے کیلیئے ذوق وشوق پیدا کرنا اور معلم اور علماء کے احترام کی تشویق کرنا۔

توقعات: ان اصولوں کے ذریعے توقع ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل موارد تک پہنچ جائیں گے:

1۔ نصاب پڑھنے والے اور اہل مطالعہ؛

2۔ سیکھنے کی روح پیدا ہو جانا اور خود کے سوالات کے جوابات تلاش کرنا؛

3۔ زندگی میں وقت کو منظم کرنا اور وقت ضائع کرنے سے پرہیز کرنا؛

4۔ اساتذہ کا احترام کرنا؛

5۔ علمائے دین سے آشنائی پیدا کرنا اور ان کا احترام کرنا؛

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: دین کی نظر سے علم و دانش ہی ہے جو انسان کو سعادت اور خوشبختی کی طرف لیجاتی ہے اور انسان کی فضلیت کے بہت سے معیاروں میں سے ایک معیار اس کا علم ہے۔ چنانچہ قران مجید میں آیا ہے: خدا تم لوگوں میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ دانشمند ہیں ان کے درجات کو بلند کرتا ہے اور اسی طرح خوف خدا اہل علم کے پاس ہوتا ہے۔ سورہ مجادلہ ایہ 11

یا ایک اور آیت ہے: بندگان خدا میں سے صرف دانشمند افراد خدا سے ڈرتے ہیں۔ سورہ فاطر آیہ 28

کیونکہ تعلیمی سرگرمیوں سے اسکول کے تعلیمی سلسلے کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ لہذا ضرورت ہے کہ محترم مبلغان تربیتی امور کے ساتھ طلبہ کی علمی ترقی پر بھی خصوصی توجہ رکھیں اسی وجہ سے طلبہ کی علمی ترقی و پیشرفت میں معلم کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مربی حضرات مطالعہ اور حصول علم و معلومات افزائی سے رغبت دینے کے ساتھ ساتھ اسکول میں اساتذہ کی اہمیت بڑھائیں اور استاد اور طالب علم کے درمیان سالم اور کشیدگی سے دور رابطوں کو فروغ دیں۔ لہذا یہ معیار و اصول اساتذہ کی نظروں میں رہے اور مختلف طریقوں سے تعلیم و تعلم سے محبت طلبہ میں پیدا ہو اور اسی طرح حصول علم اور تحقیق ان کی روح میں رچ بس جائے تاکہ طالب علم تربیتی پروسس کے ساتھ ساتھ علمی ترقی میں بھی اپنا کردار ادا کرسکے۔

علم و دانش کا دوسرے اخلاقی فضائل سے ربط:

عقل و نقل اور تجربہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ صحیح عمل کرنے کیلئے علم و معلومات، آگاہی لازم ہے اور جتنا زیادہ انسان کا علم و دانش و معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی انسان کے اخلاقی فضائل میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس جہل اور معرفت کی کمی بہت اخلاقی فضائل کے حصول میں شدید رکاوٹ پیدا کرتی ہے اور اخلاقی سطح کو زوال رہتا ہے۔ اسی وجہ سے جو لوگ جہل و جہالت میں مبتلا ہیں ان میں زیادہ آلودگی ہوتی ہے، جہل و نادانی کے بہت سے عوامل ہیں جن میں سے چند کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے؛

1۔ جہل و نادانی جنسی بے راہ روی اور فساد کا سرچشمہ ہے؛

اس کا ثبوت سورہ نمل کی آیت 55 میں پڑھتے ہیں کہ خدا کے پیغمبر حضرت لوطؑ اپنی منحرف قوم سے فرماتے ہیں: تم لوگ عورتوں کے بجائے شہوت کو مٹانے کیلئے مردوں کی طرف جاتے ہو، تم لوگ بہت نادان ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں جہل و نادانی کو انحراف جنسی اور اخلاقی فساد کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔

سورہ یوسف آیت 33 میں ہے کہ آپ حضرت اپنی گفتگو میں جنسی بے راہ روی کو جہالت کے ساتھ شمار کرتے ہیں: اس نے (یوسفؑ نے) کہا: پروردگار! میرے لئے قید خانہ زیادہ پسندیدہ ہے اس چیز کے مقابلے میں جس کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں! اور اگر تو ان کے دھوکے اور چالوں کو مجھ سے پلٹائے گا نہیں تو میں ان کی طرف راغب ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں شمار ہو جاؤں گا۔

2۔ حسد؛

جس وقت حضرت یوسف مصر کے بادشاہ بنے اور ان کے بھائی جو کنعان سے گندم لینے مصر آئے تھے ان پر بادشاہ کی اصلیت ظاہر ہو گئی تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور ان کے بھائی (بنیامین) کے ساتھ کیا کیا، جب تم جاہل تھے۔ (یوسف۔ 89)

یعنی تمہاری جہالت ان سے حسد کی وجہ بنی اور یہ حسن ہی سبب تھا جو قتل یوسف کی سازش کی اور ان کو باندھ کر کنوئیں میں پھینک دیا!

3۔ تعصب اور ضدی پن جہالت اور نادانی کے سبب؛

سورہ فتح آیت 26 میں ایک تعبیر بتاتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مشرکین اندھے تعصب میں تھے، جو جہل و نادانی کے سبب سے تھا۔ آیت بیان کرتی ہے کہ: جب کفار نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت جیسا تعصب قرار دے لیا تھا۔

4۔ جہل ونادانی بہانہ بازیوں کا سرچشمہ؛

انبیاءؑ کی تاریخ اپنی نادان امتوں کی بہانہ بازیوں سے بھری ہوئی ہیں؛ قرآن مجید اس بات کی تکرار کرتا ہے اور اکثر اس کو جہالت کا نتیجہ گردانتا ہے۔ سورہ بقرہ آیت 118 میں ہے: جاہل اور بے خبر افراد کہتے ہیں کہ خدا ہم سے بات کیوں نہیں کرتا اور کیوں ہم پر کوئی آیت اور نشانی نازل نہیں ہوتی! ان سے پہلے کے لوگ بھی اسی طرح باتیں کرتے تھے؛ ان کے دل اور افکار ایک دوسرے کے جیسے ہی ہیں۔

اس آیت میں جہل کو بہانہ بازیوں کی وجہ قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ اخلاقی انحراف، جہل سے نزدیک ہونے کے باعث ہے۔

5۔ جہل ونادانی شکوک وشبہات کا سرچشمہ؛

سورہ آل عمران آیت 154 میں اُحد کے جنگجوؤں کے بارے آیا ہے: اس غم واندوہ کے بعد (جو احد میں شکست سے پیدا ہوا تھا) خدا نے ایک گروہ پر پُر سکون نیند طاری کر دی اور ایک گروہ کو نیند بھی نہ آئی کہ اسے صرف اپنی جان کی فکر تھی اور ان کے ذہن میں خلاف حق جاہلیت جیسے خیالات تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ جنگ کے معاملات میں ہمارا کیا اختیار ہے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اختیار صرف خدا کا ہے۔ یہ اپنے دل میں دور جاہلیت کی وہ باتیں چھپائے ہوئے ہیں جن کا آپ سے اظہار نہیں کرتے۔

عملی طریقے:

1۔ علم اور علم کے مراتب و درجات اور اسلام میں علماء کے خصوصی مقام کی وضاحت؛ (سب سے پہلی آیت جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی)۔

2۔ اس بات کی وضاحت کہ علم دراصل نظام خلقت پر حاکم قوانین کو کشف کرنا ہے۔ پس جتنا علم بڑھتا ہے خدا اور دین کی نفی کے بجائے قوت دیتا ہے؛

3۔ علم کے دنیوی اور اُخروی، مادّی ومعنوی آثار کو بیان کرنا؛ جیسے کہ:

☆ علم عقل سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا باعث بنتا ہے؛

☆ علم انسان کے مرتبہ کی بلندی کا سبب ہوتا ہے اور انسان کے وجود کی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔ امام صادقؑ نے فرمایا: سب سے قیمتی لوگ سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

☆علم خدا سے نزدیک ہونے کا باعث ہے۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے: اگر کوئی دن ایسا آئے کہ مجھے خدا کے قریب کرنے والا کوئی علم مجھے حاصل نہ ہو تو اس دن سورج کا طلوع مجھ پر مبارک نہیں ہوتا۔

☆علم اطاعت کا اور بندے کی عبادت کا موجب ہوتا ہے؛

☆علم دنیاو آخرت میں انسان کو نیک بناتا ہے اور جہل دنیاو آخرت کو خراب کرتا ہے۔

☆علم آخرت کو آباد کرتا ہے، کیونکہ علم دین کو کامل کرتا ہے۔امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے لوگو جان لو دین کا کمال دانش حاصل کرنے میں اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔

4۔جہل ونادانی کے مضر اثرات کو بیان کرنا؛

اہلبیتؑ عصمت و طہارت سے روایات میں جہل کے نقصاندہ اثرات بیان ہوئے ہیں۔جہل انسان کا دشمن اور تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے، تمام دردوں میں سے پر درد ترین درد ہے، غلطیوں کا باعث، کفر و گمراہی ہے اور جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوتا ہے یا تفریط میں۔

5۔علوم کی ترجیحات کو بیان کرنا اور بعض علوم کی شرافت وعزت وو قار کو بیان کرنا (جیسے علوم اسلامی اور دین میں تفقہ کرنا) دوسرے تمام علوم پر ترجیح رکھتا ہے۔

6۔دین کی علوم کی اقسام پر توجہ، جیسے فزکس، کیمسٹری وغیرہ اسی طرح دینی دانشوروں کا تعارف دینا جیسے جابر بن حیان، خواجہ نصیر الدین طوسی وغیرہ

7۔حوزہ علمیہ کا تعارف اور بڑے وبزرگ وکامیاب علماء کا تعارف اور ان کی زندگی کی سوانح اور یاداشتوں کو بیان کرنا؛

8۔اسکول کے علمی ہونہاروں کا صبح اسمبلی میں اور مختلف مواقع پر تعارف، ان کی تصویر نصب کرنا اور ان کی مختصر سوانح کا بیان اور ان کی کارکردگیوں کی نمائش کرنا؛

9۔حصول علم کیلئے حوصلہ افزائی جیسے کہ:

☆طلبہ میں علم کی ضرورت کا احساس پیدا کرنا ان سے سوالات کرکے؛

☆مطالعہ سے لذت لینے کیلئے ماحول بنانا؛

☆ حصول علم میں آنے والی مشکلات کو برداشت کرنے اور پھر روشن مستقبل کیلئے ذہن سازی اور علم حاصل نہ کرنے کے نتیجے میں مستقبل کی تباہی کو بیان کرنا؛

☆ سخت گیری میں زیادہ روی سے بچنا تاکہ رسمی کلاسز کے علاوہ بھی شوق ورغبت ختم نہ ہو؛

☆ طلبہ میں علوم کے فوائد اور ان کے استعمال کو بیان کرنا؛

☆ اس بات کی وضاحت کہ حصول علم اور علم میں اضافہ انسان کی اصلی ترین اور بڑی فضیلت ہے؛

☆ ہر شخص کے مستقبل کے مقام اور ہدف کا تعین کرنا اور اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی کوششوں کو تقویت دینے کے ساتھ ساتھ اس یقین کو مضبوط کرنا کہ وہ کر سکتا ہے اور کام کی مشکل اور ہدف کی وسعت کے خوف کے اثرات پر توجہ دینا؛

10۔ معلم اور مربی حضرات طلبہ کیلئے اپنے تجربات اور یاداشتیں بیان کریں جو بہت تاثیر رکھتی ہوں جیسے کہ حصول علم میں آنے والی سختیاں اور مشکلات وغیرہ؛

11۔ اسکول میں ایک گھنٹہ مطالعہ کیلئے مختص کرنا اور خاص کتابوں کا تعین کرنا؛

12۔ وقت سے فائدہ اٹھانے والے طلبہ کیلئے پروگرام تشکیل دینا؛

13۔ اسکول کے کامیاب افراد کو بلانا تاکہ وہ حصول علم کے کامیاب تجربات سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

14۔ طلبہ کے درمیان مقابلہ کی فضاء قائم کرنا؛ مثلاً کسی کتاب کی خلاصہ نویسی کیلئے مقابلہ کرایا جائے۔

15۔ عالم، معلم اور مربی کے احترام کے اثرات اور برکات کو بیان کرنا، جیسے کہ اچھی عاقبت، اس مورد میں نمونے پیش کرنا؛

16۔ ایسے نمونے طلبہ کو دکھانا جس میں پڑھائی نہ کرنے یا استاد کا احترام نہ کرنے کی صورت میں برے نتائج حاصل ہوئے۔

17۔ اس بات کی اہمیت دلانا کہ علمی کوششوں میں کامیابی صرف پیشگی صلاحیت اور استعداد کافی نہیں۔ البتہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کم صلاحیت افراد محنت اور جستجو سے بڑی کامیابیوں تک پہنچ گئے یا اس کے برعکس۔

18۔ استاد اور طلبہ میں مختلف طریقوں سے باہمی رابطہ کو پیدا کرنا جیسے کہ کسی پکنک کے موقع پر طلبہ کے ساتھ استاد کو ساتھ رہنا اور ان کی مشکلات کو حل کرنا وغیرہ؛

19۔ حصول علم کیلئے ہمت و طاقت ابھارنے کی تلقین کرنا چھوٹی چھوٹی مثالوں کے ذریعے، بلخصوص وہ طلبہ جن کا پڑھائی میں دل نہیں لگتا؛

20۔ کامیاب طلبہ کو صبح اسمبلی میں یا مختلف مواقعوں پر سامنے لانا اور دوسرے طلبہ کو تشویق دلانا؛

21۔ پڑھائی میں ناکام یا مخالف عقیدے کے طلبہ کو اسکول کی بعض سہولیات سے محروم کرنا؛

22۔ طلبہ کو مطالعہ کی دعا پڑھنے اور یاد کرنے کی تشویق دلانا؛

23۔ صرف رٹّا لگوانے سے پرہیز کرنا بلکہ مفہوم سمجھنے پر اہمیت دینا؛

24۔ سوالات اور مسائل کے حل کیلئے جوابات کے مراکز کی طرف رہنمائی کرنا؛

25۔ تعلیمی کاموں کو تحقیقی انداز کیلئے منصوبہ سازی کرنا؛

26۔ اساتذہ کو علماء اور دانشوروں کے کاموں کے مصنفین کا احترام کے ساتھ ذکر کرنے کا جواز فراہم کرنا؛

27۔ کامیاب مصنفین کو بلانا جو جوانوں اور نوجوانوں سے مربوط گفتگو کریں؛

28۔ طلبہ کے ذریعے اسکول میں ایسا مباحثہ منعقد کرنا جن میں کلیدی مضامین پر بحث کی جائے۔

29۔ طلباء کو عارضی اساتذہ بنانا یا کامیاب طلباء کو بطور سپورٹنگ ٹیچر بنانا؛

30۔ طلباء کو جو کچھ وہ جانتے ہیں اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرنا اور ان پر عمل نہ کرنے کے دنیاوی اور آخرت کے نتائج بتانا؛

31۔ علمی مقابلوں کا انعقاد کرانا اور ایک ہی اسکول کی سطح پر کلاسوں کے درمیان اور دوسرے اسکولوں کے درمیان مقابلہ کرانا؛

32۔ تعلیمی کامیابی کی تکنیکوں کو بیان کرنا، جیسے تیز پڑھنے کا طریقہ، تحقیق کا طریقہ، مطالعہ کا طریقہ وغیرہ۔

33۔ ہر عمر اور ہر تعلیمی سال کے لیے موزوں کتابیں متعارف کروانا اور انہیں اسکول کی لائبریری کے لیے تیار کرنا؛

34۔ طلباء کی صلاحیتوں کو پہچاننا اور ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے رہنمائی کرنا؛

35۔ طالب علم سے خاندان کے، جاننے والوں اور محلے کے ایسے لوگوں کے تعارف کے لیے کہنا جو بہت کم ذرائع کے باوجود زندگی میں کامیاب ہوئے ہیں۔

36۔ ایسے لوگوں کا تعارف کرائیں جو اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنے میں کامیاب رہے، جیسے کہ وہ لوگ جنہوں نے روٹی کی لائن میں قرآن حفظ کیا، بس کی لائن میں انگریزی زبان سیکھ لی، وغیرہ؛

37۔ طالب علم کے ہدف کے بارے میں پوچھتے ہوئے اسے یہ بتانا چاہیے کہ اس کے پاس کیا منصوبہ ہونا چاہیے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اسے کیا راستہ اختیار کرنا چاہیے؛

38۔ استاد کی مدد سے طلباء کے علمی مسائل کو آسانی سے حل کرنے کا موقع پیدا کرنا؛

39۔ علماء اور اساتذہ کی بے عزتی کرنے والے، جاہل لوگوں اور جاہل معاشروں کے نتائج کی بصری نمائش کا انعقاد کرنا؛

40۔ استاد اور طالب علم کے تعلقات میں کجی کو ختم کرنا۔ یعنی یہ کہ استاد آپ کا دشمن نہیں بلکہ آپ کی علمی اور اخلاقی ترقی چاہتا ہے۔

بافضیلت طرز عمل اور اسے حاصل کرنے کے طریقے

مقدمہ: ان اہم بنیادی خصوصیات کے علاوہ جو دوسرے طرز عمل میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں اور جنہیں تعلیمی پودے کے تنے کے طور پر سمجھا جاتا ہے، اور بھی بہت سے قیمتی رویے ہیں جو طالب علم کی زندگی اور تقدیر میں خاص اہمیت کے حامل ہوں گے۔ اس لیے ان رویوں کو تقویت دینے کے لیے ایک خصوصی پروگرام پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ لہذا، بنیادی عقائد اور طرز عمل کے ساتھ جو اخلاقی خوبیوں کے اہم معیارات ہیں، طلباء کو اپنی زندگی میں ان کا تجربہ کرنا چاہیے اور ان پر عمل کرنا چاہیے، جنہیں اس منصوبے میں قابل قدر رویے کہا گیا ہے۔

ہدف: طلباء میں بنیادی معیارات کی حامل اسلامی اقدار کے رویوں کو تقویت دینا اور فروغ دینا؛ تاکہ عمل کی کارکردگی ان کے وجود کا حصہ بن جائے اور وہ اپنی صلاحیت اور ظرفیت کے مطابق ان کا خود تجربہ کریں۔

عملی اقدار میں شامل ہیں:

- والدین کا احترام؛
- بزرگوں کا احترام؛
- دوسروں کی مدد کرنا؛
- پاکیزگی اور صفائی؛

- مسجد اور باجماعت نمازوں کی طرف توجہ۔
- نظم وضبط؛
- روزے کی طرف توجہ۔
- حرام مال سے بچنا اور لوگوں کے حقوق کے بارے میں حساس ہونا؛
- صلۂ رحم؛
- گفتگو اور سلوک میں شائستگی؛
- جہاد اور قربانی؛
- قناعت اور اسراف سے اجتناب۔

بافضیلت طرز عمل اپنانے کے طریقے:

مذکورہ قدر کے عمل میں سے ہر ایک کو اپنانے اور سیکھنے کے مختلف طریقے موجود ہیں۔

کچھ حل اور طریقے ایک مخصوص رویے کے لیے مخصوص ہیں اور کچھ تمام رویوں کے لیے مشترک ہیں، مندرجہ بالا عنوانات میں سے ہر ایک کو سیکھنے کے طریقے درج ذیل ہیں۔

1۔والدین کا احترام

ہدف: والدین کی حیثیت کو پہچاننا اور والدین کے احترام کی فضیلت کو طلباء میں مستقل اور ان کے ذات کا حصہ بن جانے کے طور پر تبدیل کرنا۔

توقعات: اس معیار کو میدانِ عمل میں لانے کے لیے، طلباء سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ درج ذیل مقام حاصل کریں:

1. والدین کے حقوق کو پہچاننا اور ان کا احترام کرنا؛
2. والدین کا احترام؛
3. والدین کی مدد کرنا؛
4. والدین کو اپنا ولی و سرپرست جاننا اور ان کی اطاعت کرنا؛
5. اپنے والدین کی اچھائیوں کو یاد رکھنا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: قرآن کے مطابق والدین کا مقام بہت بلند ہے؛ جیسے کہ 4 آیات میں اللہ تعالیٰ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے جن میں سے 3 میں عبادت اور توحید کی نصیحت کے ساتھ یہ معاملہ بیان کیا گیا ہے۔

☆ اللہ کے سوا عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

☆ قرآن پاک میں والدین کی ذرہ برابر بھی بے احترامی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت 23 میں فرمایا: جب ان میں سے ایک یا دونوں (والدین) تمہاری نظروں میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، حتیٰ کہ ان سے "اف" نہ کہو، اور ان سے منہ نہ موڑو، اور ان سے حسن سلوک کی بات کہو۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کوئی جملہ "اف" سے کم ہوتا تو خدا اسے بھی منع کر دیتا۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے زیادہ کوئی عبادت انسان کو جلدی نتیجہ نہیں دیتی۔

اس لیے طالب علم کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے والدین کا خدا کی بارگاہ میں بڑا مقام ہے اور ان کا احترام اس کے نصیب میں کارگر ثابت ہوگا۔

عملی طریقے:

1۔ آیات اور روایات کے ذریعے بچوں پر والدین کے حقوق کی وضاحت؛

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 23 میں فرماتا ہے: پس ان سے "اف" تک نہ کہو اور ان کی توہین نہ کرو اور ان سے اچھی بات کہو۔

"اُف" سب سے کم درجہ کی بے احترامی ہے جس سے خدا نے منع کیا ہے۔ جب خدا والدین کو "اف" تک کہنے سے منع کرتا ہے تو پھر والدین کی اور طرح سے بھی بے احترامی نہیں کی جاسکتی۔

امام صادقؑ نے فرمایا: اگر کوئی اپنے والدین کی طرف غصے کی نظر سے دیکھے، خواہ وہ قصور وار ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرے گا۔

نیز آیت کے تسلسل میں خدا نے بچپن میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی طرف اشارہ کیا ہے اور بچوں سے کہا ہے کہ وہ اس وقت کو یاد کر کے اپنے والدین کیلئے دعا کریں۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سورہ اسراء کی آیت نمبر 24 میں فرماتا ہے: اور ہمیشہ عاجزی اور انکساری کے بازوؤں کو پھیلائے رکھو اور بھرپور مہربانی کے ساتھ ان کا احترام کرتے رہو اور کہو: اے ہمارے رب، جیسا کہ میرے والدین نے مجھے بچپن سے (مہربانی) سے پالا ہے تو بھی ان کے حق میں رحم اور مہربانی فرما۔

2۔ صحیفہ سجادیہ کی دعا 24 کی تفسیر (24 ویں دعا کو حفظ کرنے کا مقابلہ کرانا)

3۔ صحیفہ سجادیہ کی دعا 24 کے ذریعے والدین کی شان و شوکت کو اور رعب کو بڑھانا۔

4۔ یہ واضح کرنا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ان لوگوں کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنے بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

5۔ واضح کرنا کہ بچوں کو اپنے والدین کے مزاج کو برداشت کرنا چاہیے اور ان کا ہر حالت کا احترام کرنا چاہیے۔

6۔ وضاحت کرنا کہ والدین کا شکریہ ادا کیا جانا چاہیے اور ان کی تربیت و پرورش کے جواب میں ان کی قدر دانی اور شکریہ ادا کیا جانا چاہیے۔

7۔ والدین سے معافی طلب کرنا اور ان غیر اداشدہ حقوق پر معذرت طلب کرنا۔

8۔ والدین کی ولایت کا مفہوم بیان کرنا اور والدین کی سرپرستی قبول کرنے کے دنیاوی اور اخروی اثرات کی وضاحت کرنا۔

9۔ دنیا اور آخرت میں والدین کی بے احترامی کے مضر اثرات کی وضاحت کرنا؛

10۔ مختلف عنوانات کے ساتھ والدین کا مقام کے موضوع پر (خاص طلباء کیلئے) ایک نمائش کا انعقاد کرنا؛

11۔ بچوں کے رویے کو منظم کرنے کے طریقوں کے موضوع پر والدین کے لیے خصوصی تعلیمی ورکشاپس کا انعقاد کرنا۔ بچوں کے ساتھ بات چیت اور دوستی (بچوں اور والدین کے درمیان تعلقات میں تناؤ کو روکنے اور حل کرنے کے لیے)؛

12۔ اساتذہ کے لیے خصوصی ورکشاپ کا انعقاد کرنا اور والدین کے تحفظات و مسائل کو بیان کرنا ان کے سد باب پیش کرنا تاکہ اساتذہ سنجیدگی سے والدین کے حقوق اور اُن کے موقف، ان کے تحفظات اور مسائل سے طلباء کو آگاہ کریں۔

13۔ صبح اسکول میں والدین کی اہمیت کے بارے میں مختصر جذبات پرور تحریریں پڑھنا؛

مثال کے طور پر:

☆ اس ماں کی سلامتی کیلئے صلوات پڑھیئے جو اپنے بچے کی تمام تر ناشکری کے باوجود یہ کہتی رہتی ہے کہ بیٹا میں تم سے پیار کرتی ہوں؛

☆ اس باپ کی سلامتی کیلئے صلوات پڑھیئے جس کے بیٹے کو معلوم نہیں ہوتا جب وہ اپنے باپ کی بے احترامی کرتا ہے، اور باپ نے بیٹے کے غرور و شخصیت کو پامال نہیں کرتا۔

☆ آیئے آج صبح ایک تحفہ پیش کرتے ہیں اپنے تمام والدین کو جن کا مقصد ہماری کامیابی اور سلامتی ہے۔ لڑکے نے اپنی ماں سے کہا دیکھو تم نماز پڑھتی ہو اور روزہ رکھتی ہو لیکن خدا تمہیں کچھ نہیں دیتا۔ لیکن ایک میں ہوں نماز نہیں پڑھتا، نہ روزہ رکھتا ہوں، اور اس نے مجھے وہ سب کچھ دیا جو میں نے اس سے مانگا۔ کیا بچپنا ہے کہ یہ لڑکا نہیں جانتا کہ اس کی ماں نے خدا سے صرف ایک چیز مانگی تھی، اور وہ یہ کہ اس کا بیٹا جو چاہے اسے دے دے۔

14۔ اسکول میں والدین کے لیے ایک خصوصی اعزازی تقریب کا انعقاد کرنا؛

15۔ والدین کے بارے میں دل کی بات لکھنے کا تحریری مقابلہ؛ جیسے: اگر آپ کو کہا جائے کہ بہترین جملہ بیان کریں جو آپ اپنے والدین سے کہنا چاہتے ہیں مگر آپ کو شرم آتی ہے، تو آپ کیا کہیں گے؟

16۔ خاندانی پکنک کا انعقاد کرنا(باپ بیٹوں کے ساتھ، بیٹیاں ماؤں کے ساتھ، ماں بیٹی کا کھانا پکانے کا مقابلہ)؛

17۔ نمازِ جماعت کے امام کی طرف سے نماز کے بعد والدین کے لیے دعا کرانا۔

18۔ والدین کا احترام کرنے اور ان کی مدد کرنے کے طریقے اور انداز بیان کرنا:

☆ان سے اچھی طرح بات کریں؛

☆ان کا شکریہ ادا کریں؛

☆والدین کے دوستوں کا احترام کریں؛

☆ان کے لیے دعا کریں؛

☆محافل میں ان سے اچھی جگہ مت بیٹھو۔

☆ماں باپ سے آگے نہ چلو۔

☆اپنے والدین کے سامنے مت بیٹھو۔

☆اگر وہ ناراض ہو جائیں تو ان کے لیے عاجزی سے پیش آئیں۔

☆انہیں پریشان نہ کرنے کی کوشش کریں۔

☆مصیبت کے وقت ماں سے دعا مانگنا(ماں کی دعا مسائل کے حل کی کنجی ہے)؛

☆گھر کے کاموں اور گھر کی صفائی، کھانا تیار کرنے اور برتن دھونے وغیرہ میں والدین کی مدد کرنا؛

2۔ بڑوں کا احترام

ہدف: بزرگوں کی حیثیت کو پہچاننا اور ان کا احترام کرنے کی صفت کو طلبہ میں راسخ کر دینا۔

توقعات: اس معیار کو عملی کرنے کے ذریعے، طلباء سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ درج ذیل مقام حاصل کریں:

بزرگوں کے مقام کو جاننا اور ان کا احترام کرنا؛

بزرگوں کی کوششوں اور محنت کو سراہنا۔

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: اسلامی معاشرے کی اچھی روایات میں سے ایک بزرگوں کی تعظیم ہے جسے بد قسمتی سے آج کے دور میں ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ فراموش کیا جا رہا ہے۔ اس حقیقت سے بے خبر کہ بزرگوں کو نظر انداز کرنا اور ان کی بے احترامی کرنے سے ہماری ذاتی اور معاشرتی زندگی پر مضر اثرات مرتب ہوں گے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں عظمت و احترام صرف بزرگوں تک محدود نہیں ہے اور اس حلقے میں بہت سے لوگ شامل ہیں۔

رسول اکرم ص نے فرمایا: "وقروا کبارکم" یا "البرکه مع الاکابر"

اس لیے طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں بزرگوں کی حیثیت سے واقف ہوں اور ان کے ساتھ سلوک کرنے کا طریقہ جانیں۔

عملی طریقے:

1۔ اسلام کے نقطہ نظر سے معاشرے میں بزرگوں کے مقام کی وضاحت اور انسان کے مقام کو بیان کرنا؛

رسول اکرم ص نے فرمایا: "اپنے خاندان اور قبیلے کا بزرگ اپنی قوم میں نبی کی طرح ہے۔"

2۔ دنیا اور آخرت میں بزرگوں کی تعظیم کا نتیجہ بیان کرنا۔ جیسا کہ:

الف۔ بزرگوں کی عزت کرنا خدا کی عزت ہے: پیغمبر اکرم ص نے فرمایا: "بڑی عمر کے مسلمان کی تعظیم کرنا خدا کی تعظیم ہے۔"

ب۔ پیغمبر کی رفاقت: بزرگوں کی عزت کرو، یہ عمل تمہیں قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔

ج۔ قیامت کے خوف اور مصیبت سے نجات: رسول اکرم ص نے فرمایا: "جو شخص کسی ایسے بزرگ کی تعظیم کرے جس نے اسلام کی راہ میں اپنے بال سفید کیے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے خوف سے محفوظ رکھے گا۔"

د: زندگی میں خیر و برکت: رسول اکرم ص نے فرمایا: نیکی اور برکت بزرگوں کے ساتھ رہنے میں ہے۔

3۔ بزرگوں کا احترام کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں بیان کرنا:

☆بس میں اور محفلوں میں بڑی عمر والوں کو جگہ دینا؛

☆ان کی رائے کا احترام کرنا اور ان سے کھل کر اختلاف نہ کرنا؛

☆جب وہ بات کر رہے ہوں تو درمیان میں بات نہ کرنا؛

☆ان کے سامنے زور زور سے نہ ہنسنا؛

☆ان کی یادیں اور تجربات سننے کے لیے بے چین ہونا؛

☆ان کی شخصیت کی خوبصورتی کو دیکھنا اور اس کا اظہار کرنا؛

☆راستہ چلتے وقت ان کی جسمانی طاقت کو دھیان میں رکھنا؛

☆ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرنا؛

☆نزدیک فاصلے پر رہتے ہوئے ان سے بات کرنا؛

☆ان سے ناپسندیدہ الفاظ سنتے وقت جو آپ کو پسند نہیں ہیں، اعتدال سے پیش آنا؛

☆ان کی احوال پرسی کرتے رہنا اور صلہ رحم کرنا؛

☆روزمرہ کے کاموں میں بزرگوں کی مدد کرنا؛

☆ان کے روزمرہ کے کام کرنا؛

☆ان کی موجودگی کو پر اثر اور بابرکت سمجھنا؛

☆ کبھی کبھی انہیں تحائف دے کر خوش کرنا؛

☆برائیوں اور رنجشوں اور غصے کو دور کرنے میں آگے رہنا؛

☆ان کے رویوں کو برداشت کرنا اور ان کی عمر کا خیال رکھنا؛

☆ان کی خاطر کیے گئے کاموں پر احسان نہ جتانا؛

☆بزرگوں کو دیکھیں تو ان کی صحت کے لیے دعا کریں؛

☆ان سے آگے نہ چلنا(کسی جگہ داخل ہونے میں یا دیگر معاملات میں انہیں ترجیح دینا)؛

☆بزرگوں کو دیکھتے وقت جگہ سے اٹھنا؛

☆بزرگوں کو ان کی پیٹھ پیچھے برا نہ کہنا اور ان کی کردار کشی نہ کرنا؛

☆ان کی کوششوں اور ان کی اہمیت اور ان کے وجود کے اثرات کی قدردانی کرنا۔

4۔بزرگوں کے مقام کو سمجھنے اور ان کا احترام کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے خود کی عزت نفس اور خود کو ان کی جگہ پر دیکھنا سکھانا؛ جیسے:

☆ آخر کار آپ خود ایک دن بوڑھے ہو جائیں گے اور جو سلوک آپ نے جوان ہونے میں بزرگوں کے ساتھ کیا تھا وہی آپ کے بڑھاپے میں چھوٹے آپ کے ساتھ بھی کریں گے۔

☆(بزرگوں کی بے عزتی کرنا)سب کا رد عمل ہوتا ہے اور خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور جب پڑتی ہے تو اس کا علاج بھی نہیں ہوتا۔

5۔کائنات میں انسانی کمزوری اور دوسروں کی ضرورت رہنے کی وضاحت دینا؛ جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم الٹ ہی دیتے ہیں، کیا(یہ حالات دیکھ کر)انہیں عقل نہیں آتی؟(سورہ یٰسین-68)

6۔بزرگوں کا احترام کرتے ہوئے بزرگوں کی یادوں کا اظہار کرنا۔

3۔لوگوں کی مدد کرنا

ہدف: دوسروں کی مدد کرنے کے جذبے کو پروان چڑھانااور اسے طلبہ میں ایک مستقل عادت میں تبدیل کرنا۔

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. دوسروں کی مشکلات کے حل کے لیے خود کو ذمہ دار سمجھنا
2. مسائل اور مشکلات میں دوسروں کی مدد کرنا
3. اجتماعی اور معاشرتی مدد کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داریوں میں سے ایک مسائل اور مشکلات کے وقت دوسروں کی مدد کرنا ہے۔ ہم سب اس معاملے میں ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن ہم سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ "انہیں روکو، ان سے پوچھا جائے گا"

اگر معاشرے میں ایسے لوگ ہوں جنہیں مدد کی ضرورت ہے تو معاشرے کے ایک ایک فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو پورا کریں۔

چنانچہ سورہ طلاق میں خداوند فرماتا ہے:

وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کے رزق میں تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جتنا اللہ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی کو اس سے زیادہ مکلف نہیں بناتا جتنا اسے دیا ہے، تنگدستی کے بعد عنقریب اللہ آسانی پیدا کر دے گا۔

طلبا کی اسکول اور کالج میں ایسی تربیت کی جانی چاہیے تاکہ وہ دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور اگر کوئی مشکل میں گرفتار ہو جائے تو اس کی مدد کریں نہ یہ کہ لاتعلقی کا اظہار کریں۔

عملی طریقے:

1. آیات وروایات کی روشنی میں مدد کرنے والے الفاظ کی وضاحت کرنا
2. اس بات کی وضاحت کہ دوسروں کی مدد کرنا انسانی ضرورت ہے

کیونکہ انسان فطری طور پر اجتماعی ہے لہذا معنوی اور مادی رشد کے لیے دوسروں کے ساتھ زندگی گزارنا اور دوسروں کی مدد کرنا انسانی ضروریات میں سے ہیں۔

3. قرآن اور حدیث کی روشنی میں دوسروں کی مدد کے فوائد کی وضاحت کرنا جیسے

معنوی اور روحانی تکامل

روحانی اور معنوی تکامل دوسروں کی مدد کیے بغیر ممکن نہیں ہیں اور یہ قرب الی اللہ کے بہترین راستوں میں سے بہترین راستہ ہے۔

کیونکہ تم خدا کی مخلوق سے مہربان ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔ خداوند تمہارے ساتھ مہربان ہے

معنوی نشاط

دوسروں کی مدد اور ان کی مشکلات حل کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خداوند اپنے لطف و کرم کی اس انسان پر برسات کر دیتا ہے اور اس کی روحانیت و معنویت میں مزید اضافہ کر دیتا ہے اور جیسے جیسے اس راستے میں قدم بڑھاتا جاتا ہے زیادہ خوشی اور مسرت کا احساس کرتا ہے حتی اپنی جان سے گزرنے کے لیے بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔

مرحوم ملا ھادی سبزواری کے بقول: حضرت علی علیہ السلام کمیل کو نصیحت کرنے کے بعد اپنے رشتہ داروں کو نیک کاموں اور دوسروں کی مدد کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو کوئی بھی کسی کو خوش کرے گا خداوند بدلے میں اس کی خوشی اور مسرت میں اضافہ فرمائے گا۔

ذلت آمیز لغزشوں کو در گزر کرنا

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

نیک آدمی کبھی بھی لغزش کا شکار نہیں ہوتا اور اگر ہو تو پناہ گاہ ڈھونڈ لیتا ہے۔

بندوں کی شکل میں الہی مدد

خدمت گزار ہمیشہ لوگوں کی حمایت اور خدا کے کرم و لطف سے بہرہ مند ہوں گے۔ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

در حقیقت جب تک بندہ اپنے دینی بھائی کی مدد کرتا رہے گا، خدا اس کی مدد کرتا رہے گا۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخص خدا کے بندوں کی مدد کرتے رہے گا خدا اس کی مدد کرے گا۔

اجتماعی محبوبیت

امام علی علیہ السلام لوگوں کی خدمت اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کا نتیجہ ان کے دلوں میں گھر کر جانا اور اپنی محبوبیت میں اضافہ سمجھتے ہیں۔

جو کوئی بھی لوگوں سے نیکی کرے گا تو ان کے دلوں میں اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔

لوگوں کی اخلاقی اور معنوی رشد

ایمان کی بنیاد اور اساس لوگوں کی خدمت کرنا ہے اور اسی طرح عبادت، اخلاق، معنویت کی شکوفاسازی اور نفسیاتی سکون معاشرے کے پھیلاو میں ہے۔

4. بچوں کی دوستانہ حس کو سمت دینا

دوستی اور ہمدری کو احساس کو تقویت دینے کے لیے یہاں چند راہ حل بیان کیے جاتے ہیں:

قوی اور ضعیف طلبہ کو دیکھتے ہوئے گروپس بنانا

کمزور اور کم استعداد طلبا کی مدد کے لیے بااستعداد طلبا کی شناخت اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا

مقابلے کی بجائے دوستی اور حسادت، خود بینی اور احساس کمتری کی حس کو رفاقت میں تبدیل کرنا

اہداف کا تعین اور ان تک پہنچنے کے لیے تعاون اور ہمکاری کا ماحول بنانا

گھریلو اور کلاس فیلوز کی مشکلات کو حل کو دور کرنے کے لیے اسٹوڈنٹ میں انگیزہ اور شوق پیدا کرنا

5. دوسروں کی نسبت اسٹوڈنٹ میں ذمہ داری کے احساس کو اجاگر کرنا، پیامبر اکرمؐ فرماتے ہیں: تم میں سے ہر ایک مسئول ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

6. مختلف مقابلہ جات کا انعقاد جیسے پینٹنگ اور آیات و روایات کے حفظ کرنے کا مقابلہ وغیرہ

7. مدد کرنے کے طریقوں پر مختلف تعلیمی و مہارتی کلاسز کا انعقاد

8. کمک رسانی کے موضوع پر مختلف فلموں اور شارٹ کلپس کا دکھایا جانا

9. مدد کے موضوع پر مضمون نویسی

10. اسکول یا کالج کی انتظامیہ کے بعض امور میں طلبا کی شرکت جیسے صفائی اور پودوں کو پانی دینا وغیرہ

11. والدین کو مختلف طریقوں جیسے کالز کے ذریعے گھر پر طلبا کے مدد کرنے کا بار بار تذکر دینا

12. والدین کے ساتھ ارتباط قائم کرنا تا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ طلبہ کے گھر یا باہر دوسروں کی مدد کرنے کا اندازہ کیا جا سکے۔

4۔طہارت اور پاکیزگی

ہدف: طلبہ کی طہارت اور نجاست سے آشنائی اور ان کو ناپاکی اور پلیدی سے دور رکھنا۔

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. نجاست کی پہچان اور اس سے دوری اختیار کرنا
2. پاکیزہ زندگی گزارنا اور زندگی میں اسے لازمی قرار دینا
3. نجس چیزوں کو پاک کرنے کی صلاحیت

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: طہارت اور پاکیزگی کو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے اسی لیے اسلام نے طہارت و پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے۔لہذا قرآنی آیات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ پاکیزہ انسان خداوند متعال کا محبوب ترین انسان ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: (بے شک خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

روایات میں طہارت اور پاکیزگی کو ایمان میں سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم(ص) فرماتے ہیں: طہارت و پاکیزگی ایمان میں سے ہے۔

اسلام نے نجاست اور پلیدی سے پاکیزگی کے بارے میں بہت احکامات جاری کیے ہیں۔ رسول خدا(ص) فرماتے ہیں: (اپنی پوری طاقت کے ساتھ طہارت کی کوشش کیجیے جس طرح خداوند متعال نے اسلام کی بنیاد طہارت اور پاکیزگی پر رکھی ہے)

بچوں کا اپنے اردگرد کے ماحول سے جڑے رہنا اور اسے پاک و پاکیزہ رکھنا ضروری ہے تا کہ ایک مومن معاشرہ قائم ہو سکے۔ بچے نجاست اور پلیدی کو پہچانیں تاکہ کیسے اپنے آپ کو اور اپنی اشیا کو پاک کرنا ہے آگاہی حاصل کریں۔

عملی طریقے:

1. طلبا کو نجاست اور پاکیزگی کے الفاظ سے آشنا کرنا
2. بچوں کو اسلام میں بیان کی گئی پاکیزگی اور صفائی کی اہمیت کو بیان کرنا۔
3. انفرادی اور اجتماعی زندگی میں طہارت اور صفائی کے اثرات اور برکات کا بیان کرنا جیسے:

روحانی اور نفسیاتی آرام وسکون کا پیدا کرنا

جسمانی سلامتی

دوسروں کے ساتھ روابط میں آسانی پیدا کرنا

4. نجاست اور گندگی کے درمیان فرق بتانا

نجاست کا لغوی معنی پلیدی اور طہارت کا متضاد ہے اور گندگی غلاظت کا متضاد ہے۔

نجاسات احتیاط واجب کی بنا پر 11 چیزیں ہیں:

پیشاب

پاخانہ

منی

مردار

خون

کتا

سور

کافر

شراب

نجاسات خور حیوان کا پسینہ

گندگی حفظان صحت میں اور نجاست شریعت میں مورد بحث ہوتی ہے۔

5. زندگی میں ان اصولوں کو سیکھنے کی ضرورت اور تعلیم و صحت میں اس کے کردار کا اظہار کرنا

6. طہارت اور پاکیزگی کو بیان کرنے کے لیے والدین سے مدد لینا

7. اجسام اور لباس کو پاکیزہ کرنے کے بارے میں فلمیں اور کلپس دکھانا

8. عملی کر کے سکھانا جیسے (ناپاک کپڑے، ناپاک قالین اور قالین وغیرہ دھو کر)

5۔ نماز جماعت اور مسجد کا انتظام

ہدف: مسجد کے مقام اور باجماعت نماز کی اہمیت اور فضیلت کو سمجھانا اور طلبہ کی عملی زندگی میں اس کام کو مستقل اور معمول بنانا۔

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. مسجد کے مقام اور نماز جماعت کی اہمیت
2. مسجد کا احترام کرنا
3. روزانہ مسجد جانے کی روٹین بنانا
4. باجماعت نماز ادا کرنے والوں میں شامل ہونا
5. مسجد کی صفائی، مرمت اور بہتری کے لیے کوششیں کرنا

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: تربیت کے بنیادی عوامل میں سے وہ معنوی جگہیں ہیں جو انسان کی روحانی اور نفسیات پر مستقیم یا غیر مستقیم اثر کرتی ہیں اور مسجد ان میں سے ایک بنیادی جگہ ہے۔ لہذا اس امر کی طرف توجہ مرکوز کرنا نہایت ضروری ہے کہ ان مقامات کو پلیدی اور آلودگی سے محفوظ رکھا جائے اور ان کی مزید بہتری کی کوشش کی جائے، اسی وجہ سے قرآن اور روایات میں اس امر کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

جیسا کہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں: (ہر وہ شخص جو مسجد جاتا ہے، خدا ان آٹھ خصوصیات میں سے ایک سے اسے نوازے گا:

1. (دین) کی مضبوطی کی نشانیاں
2. اچھا دوست
3. نئے علوم کا سیکھنا
4. اس رحم کا نصیب ہونا جو اس کی منتظر تھی
5. اس نصیحت کا سننا جو اس کے لیے مشعل راہ ہو
6. انحراف و کجروی سے امان
7. حیا کی وجہ سے گناہ کا ترک کرنا

8. خوف کی وجہ سے گناہ کا ترک کرنا

رسول خداؐ نے جبرائیل سے پوچھا کہ خداوند متعال کے نزدیک محبوب ترین مکان کون سا ہے؟ جبرائیل نے فرمایا: مساجد اور مساجد میں جانے والے وہ افراد خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں لیکن سب سے آخر میں مسجد سے خارج ہوتے ہیں۔

مسجد اور اہل مسجد کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس امر کی ضرورت ہے کہ طلبہ کے لیے کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے ان میں مسجد جانے کا رجحان پیدا ہو لہٰذا اس ہدف تک پہنچنے کے لیے والدین اور اساتذہ کو اہل مسجد اور نمازی ہونا پڑے گا اور وہ بھی اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

عملی طریقے:

1. آیات اور احادیث کی رو سے مسجد کے مقام کی وضاحت کرنا
2. طلبہ کے مسجد جانے اور نماز جماعت ادا کرنے کے انگیزہ کو مندرجہ ذیل نکات سے مضبوط کیا جاسکتا ہے:

   اساتذہ اور معلمین کا طلبہ کے ہمراہ جانا

   مسجد میں بچوں کے لیے دلچسپ اور خوشگوار سرگرمیوں کا انعقاد کرنا

   بچوں کے ساتھ نماز گزاران اور امام مسجد کا مودبانہ رویہ رکھنا

1. نماز جماعت کے انسان پر ہونے والے اثرات کو بیان کرنا
2. نماز جماعت اور مسجد کی اہمیت کے موضوع پر کتابچوں کا تقسیم کیا جانا
3. والدین اور طلبا کے لیے مسجد اور اجتماعی نماز کے موضوع پر ورکشاپس کا انعقاد کیا جانا
4. باجماعت نماز اور مسجد میں حاضری کی اہمیت پر مختلف کہانیوں کا سنانا
5. مسجد کی صفائی
6. بچوں کو مسجد میں لانے کے لیے امام مسجد کا ان سے خوش اخلاقی سے پیش آنا
7. نماز، مسجد اور اعتکاف وغیرہ کے موضوع پر کلپس اور مختلف فلموں کا دکھایا جانا
8. طلبا کو مسجد اور نماز جمعہ و جماعت کی طرف لے جانے میں حوصلہ افزائی کرنا

9. نمازیوں سے آشنائی اور ان کا بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا

10. اہل مسجد اور طلبا کے لیے سیاحتی دوروں کا انعقاد کرنا

6۔ نظم وضبط

ہدف: نظم وضبط اور منظم ہونا: طلبہ کے اندر ایک خصوصیت کے طور پر منتقل کرنا

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. کلاس روم میں نظم وضبط کو اہمیت دینا
2. اسکول اور کالج کے قوانین کی اطاعت
3. بچوں کے غیر منظم ہونے کی صورت میں ان کو منظم بنانے کی کوشش

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: اس دنیا کا نظام نظم وضبط کی ایک حیرت انگیز مثال ہے، جس کا مشاہدہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھ کر بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

اگر اس عالم میں ہلکی سی بے نظمی ہو جائے تو اس دنیا کا پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ انسان بھی اپنی زندگی میں منظم ہو اور اگر ایسا نہ ہوا تو اس کی زندگی میں ثباتی اور پائیداری نہیں ہوگی۔ انسان معاشرتی اور اجتماعی مخلوق ہے جس کا دوسرے لوگوں سے رابطہ رکھے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا اور اگر اس طرح وہ اپنی زندگی میں غیر منظم ہوا تو لوگوں کے رجحانات مختلف ہونے کی وجہ سے افراتفری کی صورتحال بن سکتی ہے اور ایسی صورتحال سے نپٹنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان منظم ہو۔

نظم وضبط کی روایات اسلامی میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ امیر المومنین امام علیؑ اپنی قوم کی غیر منظم ہونے کے نتائج کئی دفعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے اسی لیے شہادت سے کچھ لمحات قبل، بستر شہادت پر اپنے بچوں کو تقوائے الٰہی اور منظم ہونے کی وصیت فرمائی، فرماتے ہیں:

آپ کو (اے حسن وحسین!)، اپنے گھرانے اور بچوں کو کہ جس کو یہ میرا نوشتہ پہنچے گا تقوائے الٰہی اور اپنے کاموں میں نظم کی سفارش کرتا ہوں۔ کیونکہ زندگی میں بے نظمی انسان کی روح اور فکر میں خلل ڈال دیتی ہے۔

عملی طریقے:

1) آیات اور روایات کی رو سے نظم کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کرنا

2) زندگی میں نظم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا جیسے:

خیالات، پڑھائی کا شیڈول بنانے اور سبق پڑھنے میں منظم ہونا

کام کرنے، سونے، کھانا کھانے، چلنے اور بیٹھنے میں منظم ہونا

معاشرتی زندگی میں، اپنی انفرادی زندگی اور عبادات میں منظم ہونا

3) انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نظم کی اہمیت کو واضح کرنا جیسے:

بے چینی کو کم کرنا اور سکون پیدا کرنا

توازن پیدا کرنا

خانوادے اور دوستوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا

دوسروں کو آئیڈیل قرار دینا

کم خرچی

زندگی میں ترقی

4) انفرادی اور معاشرتی زندگی میں غیر منظم ہونے کے مضر اثرات کی وضاحت کرنا جیسے:

افراتفری کی پیدائش

دوسروں کے حقوق کا پامال کیا جانا

سرمایہ اور انسانی سرمایہ کا ضیاع

اجتماعی مقام میں بگاڑ

شناخت سے بیگانگی

پریشانی اور افسردگی

مواقع کا نقصان

5) آیات اور روایات کے نقطہ نظر سے انفرادی اور اجتماعی نظم و ضبط کی وضاحت

ہر روز کا کام اسی دن انجام دے کیونکہ ہر دن کا کام اسی دن کے لیے خاص بنایا ہے۔

6) دنیامیں حیرت انگیز نظم وضبط اور انسانی زندگی میں اس کے اثرات کی وضاحت

7) والدین محترم بچوں کو ان کے بچپن سے ہی نظم وضبط کی ترغیب دلائیں اور سکھائیں کہ اپنی ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھیں۔ لباس، کتاب اور بیگ وغیرہ کی جگہ رکھنے کو مخصوص کریں تاکہ بچے استعمال کرنے کے بعد دوبارہ وہیں اسے رکھ دیں۔اس کے علاوہ ان کے روزانہ کے معمولات جیسے کھیلنے، سونے اور کھانا کھانے کے اوقات کو معین کریں تاکہ بچے نظم وضبط کی عادت کریں۔

8) منظم دوستوں کا انتخاب

والدین اور اساتذہ بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ اچھے اور منظم دوستوں کا انتخاب کر سکیں کیونکہ اکثر نوجوان اور جوان اپنے دوستوں سے متاثر ہوتے ہیں لہذا وہ نظم کو اپنی زندگی میں رعایت کریں گے۔

ان شخصیات کا مطالعہ جو منظم ہونے کی وجہ سے اپنی زندگی میں کامیاب ہوئے جیسے امام خمینیؒ اور اسی طرح بزرگ شخصیات کا مطالعہ، اسی طرح ان لوگوں کا مطالعہ جو اپنی زندگی میں بے نظمی کی وجہ سے ناکام ہوئے۔

9) نظم کے نفاذ میں آسانی پیدا کرنا جیسے گھر میں پڑھنے کے لیے کمرے کا مختص کرنا وغیرہ

10) انفرادی نظم وضبط کے موضوع پر اہل بیتؑ کی عملی سیرت کی وضاحت

11) علما، دانشمندان اور شہدا کی سیرت کو بیان کرنا اور نظم کا ان کی کامیابی میں کیا عمل دخل تھا اس کا بیان کیا جانا جیسے امام خمینیؒ جب سبزی منڈی جاتے تو لوگ ان کو دیکھ کر اپنی گھڑیاں ٹھیک کرتے تھے۔اسی طرح وہ کبھی بھی اپنے کھیل اور تفریح کے اوقات کو کام پر اور کام کے اوقات کو تفریح کے اوقات پر ترجیح نہ دیتے تھے۔

12) منظم اور غیر منظم انسان کے درمیان مقائسہ، جیسے:

منظم افراد بھول جانے والی چیزوں کو لکھ لیتے ہیں

منظم افراد کے پاس اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کے لیے شیڈول موجود ہوتا ہے

ریگولر افراد ہمیشہ نظم کی رعایت کرتے تھے اور بے نظمی کی صورت میں اس کا پہلی فرصت میں ازالہ کرتے ہیں

باقاعدہ لوگ صرف وہی چیزیں رکھتے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔

منظم افراد ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں

منظم بچے کلاس کے نظم وضبط کا خیال رکھتے ہیں اور کلاس کے ٹائم پر کلاس میں جاتے ہیں اور اسی طرح استاد کی اجازت کے بغیر بات نہیں کرتے۔

13) نظم کے موضوع پر طلبہ کی اطلاعات اور معلومات کو بڑھانا

14) نظم کے موضوع پر پروگرامز کا انعقاد اور اس میں منظم بچوں کی تشویق کرنا

15) ان قوانین کا اجرا جو بچوں کی منظم ہونے کی مہارت کو پروان چڑھائیں

16) طلبا کو نظم وضبط کی اہمیت سمجھانا

17) قرآن اور نظم کے نفاذ میں ثابت قدمی اور شکوک وشبہات سے اجتناب کرنا

18) گھر میں ترتیب اور نظم وضبط کا تسلسل

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: عمل کرو عمل کرو؛ اور پھر نتیجے تک پہنچاؤ، اعتدال، اعتدال رکھو؛ پھر صبر اور صبر اور پارسائی، پارسائی۔ جان لو تمہارے لئے نتیجہ اور مقصد ہے خود کو وہاں پہنچاؤ۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

وہ کام جو مسلسل ہو لیکن کم کیا جائے اس سے کہیں گنا بہتر ہے جو زیادہ ہو لیکن تھکا دینے والا اور جس میں تسلسل نہ ہو۔

19) نظم کی امر بالمعروف کی حیثیت سے ترویج اسی طرح بے نظمی کی نہی عن المنکر کی حیثیت سے ترویج و تبلیغ

20) نظم وضبط کے انفرادی اور اجتماعی فوائد اور اس کی اہمیت ویڈیو کلپس، کہانیوں اور مختلف افراد کے ذریعے بیان کروانا

21) بچوں، والدین، اساتذہ اور کارکنان کے درمیان ہم آہنگی کے لیے اسکول یا کالج میں مختلف سیمینار منعقد کروانا

23) بچوں میں وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر کوئز مقابلوں کا انعقاد

7۔ روزے کا اہتمام

ہدف: انسانی زندگی کی شخصیت بنانے والے عوامل میں سے ایک، روزے کی اہمیت کو طلبہ میں اجاگر کرنا اور ان کو اس فریضے کی ادائیگی کے لیے شوق و رغبت دلانا ہے۔

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. روزہ رکھنے کے لیے شوق کا اظہار کرنا
2. روزے کے جسمانی اور روحانی فوائد سے آگاہی
3. روزے کے احکام سے آشنائی
4. روزہ توڑنے سے نفرت کا اظہار اور اس کے مقابلے میں رد عمل کا اظہار

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: اسلام میں روزہ رکھنا فرض ہے اسی لیے روحانیت اور تقوی میں مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔ خداوند متعال قرآن کریم میں فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تم پر روزے کا حکم لکھ دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

روزے کے انسانی شخصیت کی تکمیل میں بہت سے جسمانی اور روحانی فوائد ہیں لہذا اس امر کی ضرورت ہے کہ بچے اپنی نوجوانی اور جوانی کی عمر میں اس عظیم فرض الہی کی قدر کریں اور اس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔

عملی طریقے:

1. آیات و روایات کی نظر سے روزے کی اہمیت کو واضح کرنا۔ اور اس امر کے واجب ہونے کی دلیل اس آیت میں ذکر کی گئی ہے:

اے ایمان والو! تم پر روزے کا حکم لکھ دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: لوگوں کو روزے رکھنے کا اس لیے حکم دیا گیا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے آخرت کی فقیری اور بیچارگی کو سمجھیں۔

2. انسانی شخصیت کی تکمیل میں روزے کے انفرادی اور معاشرتی فوائد کی وضاحت جیسے

- صبر اور پائیداری میں مضبوطی
- آرام وسکون
- نفسانی شہوات پر کنٹرول
- اخلاص کی مضبوطی
- طبقاتی نظام کی کمزوری اور فقیروں، یتیموں اور مسکینوں کے درد کو محسوس کرنا
- معاشرے میں معنوی ماحول اور معاشرتی مشکلات میں کمی

3. اہلبیت (ع) کی روزے کے موضوع پر عملی سیرت کو وضاحت کرنا

سید بن طاوس اپنی کتاب "اقبال" کے دوسرے حصے تاریخ نیشاپوری سے روایت نقل کرتے ہیں: کیونکہ ماہ رمضان شروع ہونے ہی والا تھا، رسول خدا (ص) کی رخسار کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا، نمازوں کی تعداد زیادہ ہوئی جارہی تھی، اللہ سے دعا مانگنے میں زیادہ تواضع اور عاجزی سے کام لے رہے تھے اور خداوند متعال سے خوف کی حالت میں تھے۔

4. روزے کے حوالے سے علما، اسلامی اسکالرز اور شہدا کی سیرت کو بیان کرنا

5. روزہ رکھنے اور اس کی عبادت کی اہمیت کو بیان کرنا

6. اسکول اور کالجز میں والدین، اساتذہ اور طلبہ کی افطاری کروانا

7. بچوں کے سب سے پہلے روزے کو ان کے لیے یادگار دن بنانے کی کوشش کرنا

8. والدین اور اساتذہ کا بچوں کے ساتھ ماہ مبارک رمضان میں نرم رویہ رکھنا

9. مبارک رمضان میں بچوں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کرنا جیسے وہ اسکول میں شور شرابہ نہ کریں اور کھیل کود سے منع کرنا وغیرہ

10. بچوں کے ساتھ نفسیاتی اور روحانی اسی طرح ہر لحاظ سے ان کی روزہ رکھنے میں مدد کرنا

11. افطاری کے وقت بچوں کو سب سے پہلے ترجیح دینا

12. بچوں کی معنویت میں اضافہ چند طریقوں سے جیسے

- ان سے گزارش کریں کے آپ کے لیے دعا مانگیں

- ان سے کہیے کہ تمام مریضوں کی شفایابی کے لیے دعا کریں
- ان سے درخواست کریں کہ اپنے وقت کے امام کے ظہور کے لیے دعا مانگیں

8۔ حرام مال سے دوری اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا احساس

ہدف: بچوں کو حرام مال کے بارے میں ذمہ دار بنانا اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا احساس اور حرام کھانے سے پرہیز

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. اپنی سطح کے مطابق حلال اور حرام کے بارے میں آگاہی
2. حرام مال سے اجتناب
3. حرام مال اور ملاوٹ شدہ مال سے احتیاط برتنا
4. دوسروں کے حقوق کے بارے میں حساس رہنا اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: مال کا حصول ایک مطلوب امر ہے کیونکہ اس مادی اور دنیوی زندگی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان وسائل اور آسائش رکھتا ہو اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اسی وجہ سے حلال اور پاک طریقے سے کمایا گیا مال دین اسلام میں خدا کی راہ میں جہاد سے تشبیہ دیا گیا ہے چنانچہ مادی اور دنیاوی ضروریات کو پورا کرنا ایک ضروری امر ہے اور انسان ایک حلال طریقے سے کمائے ہوئے مال سے کمال تک پہنچ سکتا ہے۔

اس کے برعکس کچھ وہ لوگ ہیں جو دنیا پرست ہیں اور ہر طریقے سے چاہتے ہیں مال اکٹھا کریں حتی بعض اوقات توجیہ کرتے ہیں کہ اپنے حرام مال کو حلال کرسکیں۔ حرام مال کے بہت سے منفی اثرات ہیں لہذا کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی بربادی کے عوامل میں سے ایک عامل حرام مال ہے۔ جیسا کہ واقعہ کربلا میں موجود افراد جانتے تھے کہ امام حسین (ع) فرزند رسول ہیں چونکہ ان کے شکموں میں حرام مال تھا لہذا انہوں نے اپنے وقت کے امام کی کسی بھی بات کو نہ سنا اور اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ وہ تاریخ کے شرمناک اور وحشتناک جنایت کو انجام دیں۔

امام حسین علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں: حتّی قالَ لَهُم : لعنت ہو تم پر، تمہارا کیا نقصان کہ میری بات پر دھیان دو اور میری باتیں سنو جو کہ سیدھے راستے کی ہدایت کرنے والی ہیں۔۔۔ آپ سب میری نافرمانی کررہے ہو اور میری باتوں پر دھیان نہیں دے رہے کیونکہ تم سب کے شکم حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور تمہارے دلوں پر (غفلت کی) مہر لگی ہوئی ہے۔

عملی طریقے:

1. دنیا کی اہمیت اور اس کے مادی امکانات اور اس کے انسانی، معاشرتی اور سیاسی زندگی میں ہونے والے اثرات کی وضاحت

2. حرام خوری کے تمام راستوں اور امکانات کو جڑ سے ختم کر دینا

3. انسانی شخصیت کی تقویت اور مضبوطی کے لیے مال حرام سے بچنے کے راستوں اور حلال مال پر تکیہ کرنے اور اس کے انسان کے انفرادی، معاشرتی زندگی میں ہونے والے اثرات کی وضاحت جیسے

حلال کھانا انسان کے دل کو روشن کر دیتا ہے اور اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

رسول اکرم (ص) فرماتے ہیں: جو شخص بھی جو 40 دن حلال کھانا کھائے تو خداوند اس کا دل نورانی کر دیتا ہے اور اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

لقمہ حلال کھانے سے انسان پرہیز گار بنتا ہے۔

حلال کمایا ہوا مال کھانے سے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

امام صادق (ع) فرماتے ہیں: حلال لقمہ کھانے سے ایمان کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ :اور پاکیزہ زمین میں سبزہ اپنے رب کے حکم سے نکلتا ہے۔۔۔

لقمہ حلال انسان کے اعضا و جوارح کو فرمانبردار بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح بجالاؤ۔

لقمہ حلال گناہوں کی بخشش کا باعث بنتا ہے۔

رسول اکرم (ص) فرماتے ہیں: جو بھی حلال کھانا کھاتا ہے ایک فرشتہ اس کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے اور وہ اس کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا ہے جب تک وہ کھانا کھانے سے فارغ نہ ہو جائے۔

4. رزق حلال اس بات کا باعث بنتا ہے کہ انسان یہ یقین کر لے کہ خدا ہر وقت ہمارے اعمال پر ناظر اور ہمیں دیکھ رہا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے: کیا اسے علم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

5. اہل بیت (ع) کی عملی سیرت کو بیان کرنا

6. مال حرام سے بچنے کے موضوع پر علما، دانشمندان اور شہدا کی سیرت کی وضاحت

7. آیات وروایات کی روشنی میں مال حرام سے بچنے کی اہمیت اور اس کے نقصانات کی وضاحت کرنا

8. گھریلو زندگی اور معاشرتی زندگی میں مال حرام کے اثرات کی وضاحت

9. قیامت اور موت کو یاد کرنا اور مال حلال اور حرام کی اس دنیا کے بعد کی زندگی کے مراحل طے کرنے پر روشنی ڈالنا

9۔صلہ رحمی

ہدف: صلہ رحمی سے آگاہی اور انسانی زندگی میں اس کے اثرات کی وضاحت اور عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید۔

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. طلبہ کا صلہ رحمی کی اہمیت سے آگاہ ہونا
2. اپنے رشتہ داروں اور قوم قبیلے سے اچھے روابط برقرار کرنا اور اس امر کو نبھانے کے لیے متوجہ رہنا
3. قطع صلہ رحمی کے منفی اثرات سے آگاہی

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: آج جدید دور جو کہ ٹیکنالوجی کا دور ہے جس نے انسانی روابط پر غلبہ کر لیا ہے اور اس کی جگہ اس موبائل اور انٹرنیٹ نے لے لی ہے جس نے گھریلو زندگی پر کافی منفی اثرات چھوڑے ہیں لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ آیات اور روایات کی نگاہ سے صلہ رحمی کی اہمیت اور اس کے مثبت اور منفی اثرات بچوں کو بیان کیے جائیں۔

صلہ رحمی کی اہمیت قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کی گئی ہے کہ:

اور جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اللہ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں منقطع کر دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے ٹھکانا بھی برا ہو گا۔

اور اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہوتا ہے کہ: جو (فاسقین) اللہ کے ساتھ محکم عہد باندھنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں اور اللہ نے جس (رشتے) کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اسے قطع کر دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

عملی طریقے:

1. صلہ رحمی کی اہمیت کو آیات و روایات سے بیان کرنا
2. علما اور شہدا کی آئیڈیل زندگی کو بیان کرنا جو صلہ رحمی کی وجہ سے مختلف مقامات تک پہنچے اور کامیاب ہوئے جیسے

حضرت آیت اللہ بہجت نے اپنے والد محترم کے احترام کی وجہ سے روحانی اور معنوی مقام حاصل کیایا
جیسے حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی زندگی کو بیان کرنا جو خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے
ماں باپ کی خدمت سے ہے۔

3. صلہ رحمی کی برکات اور آثار کو آیات اور روایات سے بیان کرنا

4. آیات اور روایات کی رو سے ان لوگوں کا انجام بیان کرنا جنہوں نے صلہ رحم کیا

5. صلہ رحمی کے آداب اور طریقوں کی وضاحت کرنا

6. رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے قطعی تعلقی کے متعلق کیے گئے سوالات کو بیان کرنا بالخصوص اگر رشتہ داروں میں ایسے ہیں جو گناہگار ہیں ان سے صلہ رحمی کرنا کیسا ہے؟

7. بچوں کو صلہ رحمی کی بار بار یاددہانی کروانا

10۔ گفتار اور کردار کے آداب

ہدف: طلبہ کا دوسرے لوگوں سے مودبانہ رویہ رکھنا

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. دوسروں سے ملتے ہوئے کردار اور گفتار مودبانہ رکھنا
2. اسلامی آداب سے آگاہی اور عملی زندگی میں ان پر عمل کرنے کی کوشش
3. دوسروں سے عزت اور آبرومندانہ رویہ رکھنا

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: بہت سے اہم نکات میں سے ایک اہم نکتہ جو روایات میں ادب کے بارے میں ملتا ہے وہ یہ کہ ادب انسانی کمال کا موجب بنتا ہے۔ وہ یہ کہ جتنی انسانی زندگی باادب ہو گی اس کے ادب میں بھی مزید اضافہ ہو تا جائے اور اس کی زندگی کمال کی طرف گامزن رہے گی۔

امیر المومنین امام علیؑ فرماتے ہیں: "اے مومن! یہ علم و ادب تیری جان کی قیمت ہے، اس کے سیکھنے کی کوشش کر جتنا تیرا علم اور ادب بڑھے گا تیری قدر و قیمت بھی اتنی ہی بڑھے گی لہذا اسی علم کی بدولت تمہاری اپنے پرودگار کی طرف ہدایت ہو گی، اسی ہدایت کی بدولت اپنے خدا کی خدمت (عبادت) کروگے اور اسی عبادت و بندگی جو ادب کے ہمراہ ہو گی اس کی بدولت قرب خدا حاصل کروگے، نصیحت قبول کرنے والے بنو تا کہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہو۔"

آج کے اس ماڈرن دور میں ہمارے اسکولز، کالجز اور گھروں میں ایک بہت بڑا خلا اپنے رفتار اور کردار میں دوسروں سے مودبانہ رویہ نہ رکھنا ہے۔

ایسے غیر مودبانہ ہونے کی وجہ غرور اور تکبر اور مغربی طرز زندگی کا ہمارے معاشرے میں رائج ہو جانا ہے۔ اسی لیے بچوں کو مودب بنانے کی اشد ضرورت ہے تا کہ معاشرے کے اس خلا کو پورا کیا جا سکے۔

عملی طریقے:

1. ادب اور مودبانہ رویے پر آیات اور روایات کو بیان کرنا
2. ادب کی اقسام کی وضاحت جیسے اپنے خالق کے سامنے ادب اور مخلوق کے سامنے ادب

3. بادب اور بے ادب انسان کے درمیان مقائسہ کرنا جیسے

- o بادب شخص حدود و قیود جانتا ہے جبکہ بے ادب نہیں
- o بادب کی عاقبت بخیر ہوتی ہے جبکہ بے ادب کی نہیں
- o بادب مشکل کو حل کرتا ہے جبکہ مشکل ایجاد کرتا ہے۔
- o بادب مشکل سے بچاتا ہے جبکہ بے ادب مشکل میں ڈالتا ہے۔
- o بادب اپنے نفس پر کنٹرول رکھتا ہے جبکہ بے ادب کو نفس کنٹرول کرتا ہے
- o بادب اچھی زندگی گزارتا ہے جبکہ بے ادب ایسا نہیں ہے
- o بادب شخص نیک لوگوں کے لیے آئیڈیل بنتا ہے جبکہ بے ادب برے لوگوں کے لیے نمونۂ عمل بنتا ہے۔
- o بادب انسان لوگوں کی دعاوں کا مستحق قرار پاتا ہے جبکہ بے ادب شخص لوگوں کی لعنت و ملامت کا حقدار بنتا ہے۔

انسان کی عاقبت میں ادب کے کردار کی وضاحت جیسے کربلا میں حضرت حر(ع)

جیسا کہ قران کریم میں آیا ہے:

(اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے

4. جو با ادب ہوتا ہے لوگ اسے چاہتے ہیں۔ تمام لوگ انبیا کرامؑ اورآئمہ معصومینؑ کے ادب کی وجہ سے ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور ان کے چاہنے والے تھے۔ ادب انسان کے کردار کو نیک بنا دیتا ہے۔

5. بادب ہونے پر علما اور شہدا کی عملی زندگی کو بیان کرنا

6. بادب طلبہ کی اسکول اور کالجز میں حوصلہ افزائی کرنا

7. آئیڈیل ہونے کے ناطے اساتذہ اور والدین کا ادب کی رعایت کرنا

11۔ ایثار اور قربانی

ہدف: ایثار اور قربانی کے جذبے کو طلبہ کے درمیان رائج کرنا

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. قربانی کے جذبے کو پیدا کرنا
2. ایثار، جہاد اور شہادت کا ماحول بنانا
3. ایثار کرنے کا جذبہ رکھنا
4. معاشرے کے مختلف میدانوں میں فعال کارکن کے طور پر موجود رہنا
5. قربانی اور ایثار کے جذبے کی معاشرے میں وضاحت

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: جہاد اور ایثار دو مقدس الفاظ ہیں جو مختلف اقسام میں بیان کیے جاتے ہیں جیسے فداکاری، معاف کرنا، مہربانی، دوستی، محبت، دوسروں کا مال دینا وغیرہ ایثار کے مصادیق میں سے ہیں۔ لیکن ایثار کا بلند ترین مقام خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے جو کہ شہادت، جانبازی اور قیدی بننے سے جڑا ہوا ہے۔

ایثار کی یہ قسم اتنی مقدس ہے کہ باقی اقسام اس کے مقابلے میں بالکل کمتر نظر آتی ہیں۔ اسی لیے تمام مکاتب انسانی میں اپنے عقیدے اور ملک کے لیے جان نچھاور کرنا ایک بہت بڑی کامیابی سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے جو لوگ اس مقصد کے تحت خدا کی راہ میں جان دیتے ہیں ان کو ایک خاص عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور انہیں ہمیشہ نیک ناموں سے پکارا اور یاد کیا جاتا ہے۔ اسلام میں عدالت پر یقین اور آخرت میں ابدی زندگی ہونے کی وجہ سے دوسرے مکاتب کی نسبت اسے ایک خاص اہمیت دی گئی ہے۔

جہاد کی اہمیت کے لیے صرف ایک روایت ہی کافی ہے جس میں امام علیؑ فرماتے ہیں: جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک ہے کہ جسے خداوند متعال نے صرف اپنے خاص بندوں کے لیے کھولا ہے۔

اس روایت کی بنیاد پر اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ جہاد اور ایثار کے جذبے کو جوانوں میں پیدا کیا جائے جس سے معاشرے کی بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں تاکہ وہ اپنے وطن کے دفاع میں کبھی بھی گریز نہ کریں۔

خداوند متعال نے بھی مسلمانوں میں سب سے بڑی کامیابی اپنے راہ میں شہادت کو قرار دیا ہے اور وہ مومنین جو خود اور عاشقانہ انداز میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ان کے لیے بہت زیادہ اجر ہے۔

یقینا اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں، یہ توریت وانجیل اور قرآن میں اللہ کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنا عہد پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ پس تم نے اللہ کے ساتھ جو سودا کیا ہے اس پر خوشی مناؤ اور یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ مشکاۃ الانوار ابو الفضل علی بن حسن طبرسی صفحہ 267

عملی طریقے:

1. جہاد کی اہمیت کو آیات اور روایات کی روشنی میں بیان کرنا

قرآن کریم میں آیا ہے کہ: "بغیر کسی معذوری کے گھر میں بیٹھنے والے مؤمنین اور راہ خدا میں جان ومال سے جہاد کرنے والے یکساں نہیں ہو سکتے، اللہ نے بیٹھے رہنے والوں کے مقابلے میں جان ومال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ زیادہ رکھا ہے، گو اللہ نے سب کے لیے نیک وعدہ فرمایا ہے، مگر بیٹھنے والوں کی نسبت جہاد کرنے والوں کو اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے۔" (سورہ توبہ 111)

البتہ اس بات کو ہرگز بھولنا نہیں چاہیے کہ شہدا کے بھی خداوند متعال کی بارگاہ میں درجات رکھتے ہیں بلند ترین درجے سے لے کر کمترین درجے تک اور یہ سب خدا کی بارگاہ میں معزز ہیں جیسا کہ ارشاد گرامی ہوتا ہے

اور جو لوگ راہ خدا میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کا) ادراک نہیں رکھتے۔ (بقرہ 154)

2. شہدا کے مقام کی وضاحت

3. جہادی کاموں میں نوجوانوں اور جوانوں کو ترغیب دلانا

4. جہاد اور جہادگری کے موضوع پر مختلف تقریبات کا انعقاد کرنا

5. جہاد اور ایثار کے موضوع پر بچوں میں مختلف بچوں کے مقابلہ جات رکھوانا جیسے نقاشی کا مقابلہ وغیرہ

6. جوانوں کا جہاد اور ایثار کے موضوع پر مختلف کالمز اور داستانوں کا لکھنا

7. جہاد اور ایثار کے موضوع پر لکھی گئی مختلف کتب کا مطالعہ

8. مختلف شہدا اور علما کے اس موضوع پر واقعات سنانا

12۔ قناعت اور اسراف سے پرہیز

ہدف: طلبہ میں قناعت اور اسراف نہ کرنے کے جذبے کو پروان چڑھانا

توقعات: ان نکات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کریں گے:

1. اسراف نہ کرنا
2. قناعت کے جذبے کو جوانوں اور بچوں میں پروان چڑھانا
3. اسراف کرنے کی صورت میں طلبہ کو روکنا

معیارات کے انتخاب کی بنیادیں: بچوں میں اسراف کی بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ بچوں کو اسکولز اور گھروں میں درست طریقے سے قناعت کے متعلق بتایا نہ جانا ہے بالخصوص اس وقت جب ہم دشمن سے جنگ کی حالت میں ہیں اور وسائل کی کمی کا سامنا ہے۔ اس صورتحال سے نپٹنے کا بہترین حل بچوں کو قناعت کرنا سکھانا ہے۔ لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم معاشرے میں اسراف نہ کرنے اور قناعت کی ثقافت کو رائج کریں اور اس کے بہترین آغاز کی جگہ اسکولز ہیں۔ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی بھی فنا نہیں ہوگا۔ (مستدرک الوسائل ج 15 ص226)

قناعت یعنی بے نیاز ہونا، اعتدال کرنا اور میانہ روی اختیار کرنا ہے۔ قناعت اخلاقی صفات اور پسندیدہ صفات میں سے ہے جو کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی رشد کے لیے بہت ضروری ہے۔ انبیا کرامؑ اور آئمہ معصومینؑ نے قناعت کی بہت تاکید کی ہے اور روایات میں اس کی کافی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ امام علیؑ فرماتے ہیں: قناعت ختم نہ ہونے والی دولت ہے۔ (نہج البلاغہ حکمت 57)

قناعت کو بے نیازی اور دولتمند ہونے کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ امام علیؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ: بادشاہی قناعت میں ہے اور حسن خلق انسان کے لیے کافی ہے۔ (نہج البلاغہ حکمت 220)

عملی طریقے:

1. قناعت کی اہمیت کو آیات اور روایات کی رشنی میں بیان کرنا
2. اسراف نہ کرنے اور قناعت کے موضوع پر اہل بیتؑ اور علما کی سیرت کو بیان کرنا
3. اسراف کے بھیانک نتائج کو آیات اور روایات کی رو سے بیان کرنا

4. اسراف کے متعلق بین الاقوامی نتائج کا بیان کیا جانا

5. اس بہت بڑے عنصر کا بیان کرنا جس میں اسکول کے بچے مبتلا ہوں جیسے اگر ایک بچہ روزانہ ایک صفحہ نوٹ بک کا ضائع کرے تو روزانہ 14 لاکھ صفحے ضائع ہوں گے یعنی روزانہ 140 ہزار کاپی ضائع ہو گی اور سال میں 100 صفحے والی 51 لاکھ 100 ہزار کاپی ضائع ہوں گی۔ لہذا ان کو بنانے کے لیے کتنے درخت کاٹے جائیں تاکہ یہ کاپیاں تیار ہوں۔

6. زندگی کے مختلف شعبوں میں قناعت کے موضوع پر نمائش اور تقریبات کا انعقاد

7. اسکول میں کسی ایک بچے کو اسراف نہ کرنے کے لیے دوسرے بچوں پر مسئول قرار دینا۔ مثلا ایک بچہ روزانہ اسکول کی کھڑکیاں بند کرے گا اور اسی طرح ایک پانی کی ٹونٹی بند کرنے پر مامور ہو گا وغیرہ۔

ختم شد